## مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً اچھی ہے :

۲۷ جون مولوی عبد الغفور صاحب موضع جوگیاں ضلع گورداسپور اور ۲۸ جون مولوی محمد سلیم صاحب اور شیخ مبارک احمد صاحب تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور ایک مناظرہ کے لئے روانہ کئے گئے۔ ۲۹ جون انجمن اہلحدیث بٹالہ کے مناظرہ پر قادیان سے میر قاسم علی صاحب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی اللہ دتا صاحب اور مولوی محمد یار صاحب بھیجے گئے۔ قافلہ کے امیر میر قاسم علی صاحب مقرر ہوئے۔

۲۶ جون ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر ریویو کے لڑکا پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

۲۸ جون بٹالہ کرکٹ کلب احمدیہ کلب قادیان سے میچ کھیلنے آئی۔ احمدیہ کلب ۹ وکٹ اور ۳۰ رنز پر کامیاب رہی :

## کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نظر بازانِ علمِ ظاہر اند رعلم خود نازند
ہمہ فہم و نظر در پردہ ہائے کبر پوشیدند
خدا خود قصہ شیطاں بیاں کردست تا دانند
بلفاظی بسر کردند عمر خود بلا حاصل
گزاف و لاف شاں در ظاہر شرعت ہم باطل
مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
زبوئے نافہ عرفاں چو محروم ازل بودند۔
ہمہ قرآں را چو نا شاکے بیفگندند
ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند

زدست خود فگندہ معنی و مغز حقیقت را
چناں خواہند ایں خرمے کہ پاکاں جام قربت را
کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را
دمے از بہر معنی ہائے یابند فرصت را
کہ غافل از حقائق کے نکو دانند شریعت را
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را
پسندیدند در شانش تنہ خلق ایں ذلت را
زعلمِ ناتمامِ شاں چہا گم گشت ملت را
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را

# افغانستان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کے متعلق اظہارِ نفرت

## افغانستان میں بدامنی پیدا کرنا مفادِ اسلام کے خلاف ہے

۲۵ - جون قادیان کے مسلمانوں کے اس جلسۂ عام میں جس کا مختصر ذکر گزشتہ پرچہ میں کیا گیا تھا۔ حسب ذیل قرار دادیں اتفاق آراء سے پاس ہوئیں:۔

(۱) مسلمانانِ قادیان کا یہ جلسہ متفقہ طور پر قرار دیتا ہے۔ کہ گو امان اللہ خان سابق شاہِ افغانستان سے ذاتی طور پر ہمیں کوئی بغض نہیں لیکن موجودہ حکمران نادر شاہ کی جو حکومت اب افغانستان میں قائم ہو چکی ہے اس نے چونکہ افغانستان میں امن قائم کر لیا ہے۔ اس لئے اس امن کو اب توڑنا صرف حکومتِ افغانستان کو ہی ضعف پہونچانے کا موجب نہیں۔ بلکہ عام مسلمانوں کے لئے بھی نقصان دہ ہوگا۔ اس لئے جو لوگ موجودہ حکومتِ افغانستان کے خلاف اخباروں یا تقریروں کے ذریعہ پروپیگنڈا کر کے لوگوں کو اُس کے خلاف بھڑکاتے۔ اور ان کے دلوں میں اشتعال پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے اس فعل کو یہ جلسہ خلاف مفادِ اسلام قرار دیتے ہوئے قابلِ افسوس سمجھتا ہے۔ اور گورنمنٹ نے جو قانون اس قسم کے لوگوں پر مقدمہ چلانے کا پاس کیا ہے اسے تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے۔ یہ جلسہ تمام مسلمانانِ ہند سے امید رکھتا ہے کہ وہ موقعہ کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے ساتھ ہم زبان ہو کر اس قسم کا پروپیگنڈا کرنے والوں کے خلاف نفرت اور حقارت کا اظہار کریں گے۔ اور اس کو روکنے کے لئے ہر ممکن ذریعہ کام میں لائیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ جلسہ موجودہ حکومتِ افغانستان کے خلاف شورش پیدا کرنے والوں سے بھی امید رکھتا ہے۔ کہ وہ اسلامی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے رویہ میں تبدیلی کریں گے۔

(۲) اس ریزولیوشن کی نقول پریس کو بھیجی جائیں۔

# جماعت احمدیہ کے نئے گریجویٹ

اس سال پنجاب یونیورسٹی کے بی۔ ایس۔ سی اور بی۔ اے کے امتحانات میں جو احمدی نوجوان کامیاب ہوئے۔ اور جن کے نام ہم معلوم کر سکے ہیں۔ ان کی فہرست درج ذیل کرتے ہوئے ہم انہیں مبارکباد کہتے اور دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ یہ کامیابی ان کے لئے دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے بابرکت کرے۔

| نمبر | نام | امتحان | نمبر حاصل کردہ |
|---|---|---|---|
| (۱) | صوفی غلام محمد صاحب بی۔ ایس۔ سی (احمدیہ ہوسٹل) | | ۲۳۲ |
| (۲) | محمد صادق صاحب شیم | بی۔ اے | ۲۰۰ |
| (۳) | قاضی عبدالرحمٰن صاحب جنید ابن جناب قاضی اکمل صاحب | بی۔ اے | ۱۹۳ |
| (۴) | محمد مستقیم صاحب | ״ | ۲۱۳ |
| (۵) | محمد شریف صاحب ساکن بسرا | ״ | ۱۸۰ |
| (۶) | غلام مرتضیٰ صاحب ابن جناب میاں محمد الدین صاحب کھاریاں | ״ | نمبر پتہ نہیں |
| (۷) | سید محمود احمد شاہ صاحب ابن جناب سید غلام حسین صاحب منٹگمری | بی۔ اے | ۲۴۰ |
| (۸) | چودھری نصر اللہ خان صاحب ابن چودھری فضل احمد صاحب | ״ | ۱۹۲ |
| (۹) | چودھری نبی احمد صاحب | ״ | ۱۹۵ |
| (۱۰) | چودھری نصیر احمد صاحب | ״ | ۳۰۴ |
| (۱۱) | ضیاء اللہ صاحب (مشن کالج لاہور) | ״ | ۲۳۸ |
| (۱۲) | بشیر احمد صاحب | ״ | ۲۷۹ |
| (۱۳) | مشتاق احمد صاحب ابن جناب میر قاسم علی صاحب | ״ | ۲۷۴ |
| (۱۴) | محمد طفیل صاحب | ״ | ۲۴۱ |
| (۱۵) | اقبال محمد صاحب | ״ | ۲۱۸ |
| (۱۶) | بشیر احمد صاحب | ״ | ۲۵۳ |

# عذب المدیح فی شان المسیح (الموعود)

(للسید ابی الحسن القدسی متعلم الجامعة الاحمدیة بقادیان)

| | |
|---|---|
| یا مظہر الآیات والفرقان | واہاً لصدرک منبع القرآن |
| سالت بحور الفیض منک وانما | طلعت شموس العلم والعرفان |
| أرسلت من رب السماء مؤیداً | اظہرت دین اللہ بالسلطان |
| لمّا اتبعت الہدیٰ ہدیٰ محمد | اشبہته فی الحسن والاحسان |
| واتیت تنصر دین احمد حینما | ہجمت علیہ عساکر الشیطان |
| عادت الی الاسلام منک حیاتہ | وبدا کما فی سالف الازمان |
| فرّت عداک من الحجاج ہزیمة | اوتیت برہاناً عظیم الشان |
| فرددت شدّات الیہود بحجة | وہزمت جند الکفر والطغیان |
| سُلّت سیوف اللہ منک الی العدیٰ | قُتلوا بغیر مہنّد ویمانی |
| فلذلک اجتمعت فنون شجاعة | فیہ وکلّ بلاغة وبیان |
| نار علی الاعداء منک بلفظة | فوضعت حرب السیف والنیران |
| نوح الیٰ ینجی سفینة قومہ | واتیت تنجی الناس من طوفان |
| یا ارض قد عبقت ثراک وقدّست | بقدوم من ہو آیة الرحمٰن |
| بورکت ذات منارة شرقیة | بیضاء دار الامن والایمان |
| قوم اتوہ بکل صدق واقتدوا | أناسه بلغوا دقاق معانی |
| الطائر القدسیّ طار الی العلیٰ | ما زال متن ہواہ فی طیران |

# حیاتِ مسیح کے قائلین سے خطاب

(۱)

گنبدِ خضرا میں ہو۔ مدفون شاہِ دو جہاں
اور زندہ آسمان پر ابنِ مریم۔ الاماں
ہوش کر اے مسلمِ نادان کیا کہتا ہے تو
ذرۂ خاکی کہاں اور آفتابِ حق کہاں

(۲)

حرمتِ دینِ متیں۔ ناموسِ شرعِ مصطفےٰ
ضیغمِ اسلام کے کانوں میں دیتی ہے صدا
بے حمیت سرورِ عالم پئے جامِ فنا
اور موسیٰ کا خلیفہ ساکنِ مُلکِ بقا

طاہر

# "الفضل" کی اٹھارویں جلد ختم

الحمد للہ کہ اس پرچہ کے ساتھ الفضل کی اٹھارویں جلد کی تکمیل ہو گئی ہے اور اگلا پرچہ انیسویں جلد کا پہلا پرچہ ہوگا۔ اٹھارویں جلد اس لحاظ سے خاص خصوصیت رکھتی ہے۔ کہ اس کے دوران میں الفضل ہفتہ میں تین بار اور ایک خاص سکیم کے مطابق شائع ہوتا رہا۔ اور خاص نمبر بھی شائع کئے گئے اب جبکہ یہ جلد ختم ہو رہی ہے۔ اور نئی جلد کا آغاز ہے۔ جہاں ہم ناظرین الفضل کی

**اعلان ضروری** ۔ وفاتِ مسیح نمبر کے منظور پرچے جن اصحاب کی خدمت میں بصورت پیکٹ بھیجے گئے ہیں۔ وہ اس فی پرچہ کے حساب سے فروخت کر کے قیمت دفتر مینیجر الفضل میں بھجوا دیں اور جہاں زائد پرچے مطلوب ہوں منگوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۱۵۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ جون سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

# حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ثبوت قرآن شریف سے

## از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جس وضاحت اور تفصیل اور توضیح کے ساتھ قرآن شریف میں مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے۔ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ کیونکہ خداوند عزوجل نے عام اور خاص دونوں طور پر مسیح کا فوت ہو جانا بیان فرمایا ہے۔ عام طور پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم۔ یعنے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف ایک رسول ہے۔ اور اس سے پہلے ہر ایک رسول جو آیا۔ وہ گزر گیا۔ اور انتقال کر گیا اب کیا تم اس رسول کے مرنے یا قتل ہو جانے کی وجہ سے دین اسلام چھوڑ دوگے۔ اب دیکھو یہ آیت جو استدلالی طور پر پیش کی گئی ہے صریح دلالت کرتی ہے۔ کہ ہر ایک رسول کو موت پیش آتی رہی ہے۔ خواہ وہ موت طبعی طور پر ہو۔ یا قتل وغیرہ سے۔ اور گذشتہ نبیوں میں سے کوئی ایسا نبی نہیں۔ جو مرنے سے بچ گیا ہو۔ سو اس جگہ ناظرین بہ آہت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اگر حضرت مسیح جو گذشتہ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ اب تک مرے نہیں۔ بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو اس صورت میں مضمون اس آیت کا جو عام طور پر ہر ایک گذشتہ نبی کے فوت ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔ صحیح نہیں ٹھیر سکتا۔ بلکہ یہ استدلال ہی لغو اور قابل جرح ہوگا۔ پھر دوسری آیت جو عام استدلال کے طریق سے مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ آیت ہے۔ وما جعلنٰھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین یعنی کسی نبی کو ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا۔ جو کھانے کا محتاج نہ ہو۔ اور وہ سب مر گئے۔ کوئی ان میں سے باقی نہیں۔ ایسا ہی عام طور پر یہ فرمایا۔ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون کل نفس ذائقة الموت :۔

پھر تیسری آیت جو عام استدلال کے طریق سے مسیح کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ آیت ہے :۔ ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا سورۃ الحج الجزو ۱۷۔ یعنی اے بنی آدم تم دو گروہ ہو۔ ایک وہ جو پیرانہ سالی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں۔ یعنی پیر فرتوت ہو کر نہیں مرتے۔ بلکہ پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ دوسرا وہ گروہ۔ جو اس قدر بڈھے ہو جاتے ہیں جو ایک ارذل حالت زندگی کی جو قابل نفرت ہے۔ ان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عالم اور صاحب عقل ہونے کے بعد سراسر نادان بچے کی طرح بن جاتے ہیں۔ اور تمام عمر کا آموختہ یک دفعہ سب بھول جاتا ہے۔ اب چونکہ خداوند تعالےٰ نے طرز حیات کے بارے میں بنی آدم کی صرف دو گروہ میں تقسیم محدود کر دی۔ تو بہر حال حضرت مسیح ابن مریم خدا تعالےٰ کے تمام خاکی بندوں کی طرح اس تقسیم سے باہر نہیں رہ سکتے۔ یہ حکماء کا قانون قدرت نہیں۔ جو کوئی اس کو رد کر دے گا۔ یہ تو سنت اللہ ہے جس کو خود اللہ جلشانہ نے صفے تصریح سے بیان فرما دیا ہے :۔ سو اس تقسیم الٰہی کی رو سے لازم آتا ہے۔ کہ یا تو حضرت مسیح منکم من یتوفی میں داخل ہوں۔ اور وفات پا کر بہشت بریں میں اس تخت پر بیٹھے ہوں جس کی نسبت انہوں نے آپ ہی انجیل میں بیان فرمایا ہے۔ اور یا اگر اس قدر مدت تک فوت نہیں ہوئے۔ تو زمانہ کی تاثیر سے اس ارذل عمر تک پہنچ گئے ہوں جس میں بباعث بیکاری حواس ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے :۔

اور جو خاص طور پر مسیح کے فوت ہو جانے پر آیات بینات دلالت کر رہی ہیں۔ کچھ ضروری نہیں۔ کہ ہم ان کو بار بار ذکر کریں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ اگر مسیح ابن مریم اس جماعت مرفوعہ سے الگ ہے۔ جو دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر خدا تعالےٰ کی طرف اٹھائی گئی ہے تو ان میں جو عالم آخرت میں پہنچ گئے۔ ہرگز شامل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مرنے کے بعد پھر شامل ہوگا۔ اور اگر یہ بات ہو۔ کہ ان میں جا ملا۔ اور بموجب آیت فادخلی فی عبادی ان فوت شدہ بندوں میں داخل ہو گیا۔ تو پھر انہیں میں سے شمار کیا جائے گا۔ اور معراج کی حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح ان فوت شدہ نبیوں میں جا ملا۔ اور یحییٰ نبی کے پاس اس کو مقام ملا۔ اس صورت میں ظاہر ہے۔ کہ معنی اس آیت کے کہ انی متوفیک ورافعک الیّ ہے۔ یہ ہونگے۔ انی متوفیک ورافعک الی عبادی المتوفین المقربین وملحقک بالصلحین۔ سو عقلمند کے لئے جو متعصب نہ ہو۔ اس قدر کافی ہے۔ کہ اگر مسیح زندہ ہی اٹھایا گیا۔ تو پھر مردوں میں کیوں جا گھسا؟ ہاں اس قدر ذکر کرنا اور بھی ضروری ہے کہ جیسے بعض نادان یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ آیات ذو معنیین ہیں۔ یہ خیال سراسر فاسد ہے۔ مومن کا یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔ بلکہ قرآن شریف کے بعض مقامات بعض دوسرے مقامات کے لئے خود مفسر اور شارح ہیں۔ اگر یہ بات سچ نہیں کہ مسیح کے حق میں جو یہ آیتیں ہیں۔ کہ انی متوفیک اور فلما توفیتنی یہ درحقیقت مسیح کی موت پر ہی دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ ان کے کوئی اور معنی ہیں۔ تو اس نزاع کا فیصلہ قرآن شریف سے ہی کرانا چاہیئے۔ اور اگر قرآن شریف مساوی طور پر کبھی اس لفظ کو موت کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور کبھی ان معنوں کے لئے جو موت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے تو محل متنازعہ فیہ میں مساوی طور پر احتمال رہیگا۔ اور اگر ایک معنے اغلب اور اکثر طور پر مستعملات قرآنی میں ہیں۔ تو انہی معنوں کو اس مقام بحث میں ترجیح ہوگی۔ اور اگر قرآن شریف اول سے آخر تک اپنے کل مقامات میں ایک ہی معنوں کو استعمال کرتا ہے۔ تو محل مبحوث فیہ میں بھی یہی قطعی فیصلہ ہوگا۔ کہ جو معنی توفی کے سارے قرآن شریف میں لئے گئے ہیں۔ وہی معنے اس جگہ بھی مراد ہیں۔ کیونکہ یہ بالکل غیر ممکن اور بعید از قیاس ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے بلیغ اور فصیح کلام میں ایسے تنازع کی جگہ میں جو اس کے علم میں ایک معرکہ کی جگہ ہے۔ ایسے شاذ اور مجہول الفاظ استعمال کرے۔ جو اس کے تمام کلام میں ہرگز استعمال نہیں ہوئے۔ اگر وہ ایسا کرے۔ تو گویا وہ خلق اللہ کو آپ دھوکہ اور شبہات میں ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہوگا۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے قرآن کریم کے تیئیس مقام میں تو ایک لفظ کے ایک ہی معنے مراد لیتا جائے۔ اور پھر دو مقام میں جو زیادہ تر محتاج صفائی بیان کے تھے۔ کچھ اور کا اور مراد لے کر آپ ہی خلق اللہ کو گمراہی میں ڈالدے :۔

اب اے ناظرین آپ پر واضح ہو۔ کہ اس عاجز نے اول سے آخر تک تمام وہ الفاظ جن میں توفی کا لفظ ان مختلف صیغوں میں آگیا ہے۔ قرآن شریف میں غور سے دیکھے۔ تو صاف کھل گیا کہ قرآن کریم میں علاوہ محل متنازعہ فیہ کے یہ لفظ تیئیس جگہ لکھا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور ایک بھی ایسا مقام نہیں۔ جس میں توفی کا لفظ کسی اور معنی پر استعمال کیا گیا ہو۔ اور وہ یہ ہیں :۔

| نام سورہ | الجزو | آیت قرآن کریم |
|---|---|---|
| نساء | نمبر ۴ | حتی یتوفھن الموت |
| آل عمران | " | وتوفنا مع الابرار |
| سجدہ | ۲۱ | قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم۔ |
| نساء | ۵ | ان الذین توفٰھم الملٰئکة ظالمی انفسھم |
| مومن | ۲۴ | فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا یرجعون |
| النحل | ۱۴ | توفٰھم الملٰئکة ظالمی انفسھم |
| " | " | توفٰھم الملٰئکة طیبین |

| نام سورۃ | الجزو | آیت قرآن کریم |
|---|---|---|
| بقرہ | ۱ | یتوفون منکم۔ |
| " | ۲ | یتوفون منکم۔ |
| انعام | ۷ | توفتہ رسلنا۔ |
| اعراف | ۸ | رسلنا یتوفونھم۔ |
| " | ۹ | توفنا مسلمین۔ |
| الانفال | ۱۰ | اذ یتوفی الذین کفروا الملئکۃ۔ |
| سورۃ محمد | ۲۶ | فکیف اذا توفتھم الملئکۃ یضربون وجوھھم۔ |
| یونس | ۱۱ | واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک |
| یوسف | ۱۳ | توفنی مسلما والحقنی بالصلحین۔ |
| رعد | ۱۳ | او نتوفینک۔ |
| مومن | ۲۴ | ومنکم من یتوفی۔ |
| " | " | او نتوفینک۔ |
| نحل | ۱۴ | ثم یتوفکم۔ |
| حج | ۱۷ | ومنکم من یتوفی۔ |
| زمر | ۲۴ | اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی |
| الانعام | ۷ | ھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی |

اب ظاہر ہے۔ کہ ان تمام مقاماتِ قرآن کریم میں توفی کے لفظ سے موت اور قبض رُوح ہی مراد ہے۔ اور دو مؤخر الذکر آیتیں اگرچہ بظاہر نیند سے متعلق ہیں۔ مگر درحقیقت ان دونوں آیتوں میں بھی نیند نہیں مراد لی گئی۔ بلکہ اس جگہ بھی اصل مقصد اور مدعا موت ہی ہے اور یہ ظاہر کرنا منظور ہے۔ کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہی ہے۔ اور جیسی موت میں رُوح قبض کی جاتی ہے۔ نیند میں بھی روح قبض کی جاتی ہے۔ سو ان دونوں مقامات میں نیند پر توفی کے لفظ کا اطلاق کرنا ایک استعارہ ہے۔ جو بہ نصب قرینۂ نوم استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی صاف لفظوں میں نیند کا ذکر کیا گیا ہے۔ تا ہر ایک شخص سمجھ لے۔ کہ اس جگہ توفی سے مُراد حقیقی موت نہیں ہے۔ بلکہ مجازی موت مُراد ہے۔ جو نیند ہے۔ یہ بات ادنے ذی علم کو بھی معلوم ہوگی کہ جب کوئی لفظ حقیقت مسلّمہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسے معنوں پر جن کے لئے وُہ عام طور پر موضوع یا عام طور پر مستعمل ہوگیا ہے۔ تو اس جگہ متکلم کے لئے ضروری نہیں ہوتا۔ کہ اس کی شناخت کے لئے کوئی قرینہ قائم کرے۔ کیونکہ وُہ ان معنوں میں شائع متعارف اور متبادر الفہم ہے۔ لیکن جب ایک متکلم کسی لفظ کے معانی حقیقت مسلّمہ سے پھیر کر کسی مجازی معنے کی طرف لے جاتا ہے۔ تو اس جگہ صراحتاً یا کنایتاً یا کسی دُوسرے رنگ کے پیرایہ میں کوئی قرینہ اس کو قائم کرنا پڑتا ہے۔ تا اس کا سمجھنا مشتبہ نہ ہو۔ اور اس بات کے دریافت کے لئے کہ متکلم نے ایک لفظ بطور حقیقت مسلّمہ استعمال کیا ہے۔ یا بطور مجاز اور استعارہ نادرہ کے بھی کھلی کھلی علامت ہوتی ہے۔ کہ وُہ حقیقت مسلّمہ کو ایک متبادر اور شائع و متعارف لفظ سمجھ کر بغیر احتیاج قرائن کے یونہی مختصر بیان کر دیتا ہے۔ مگر مجاز یا استعارہ نادرہ کے وقت ایسا اختصار پسند نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا فرض ہوتا ہے۔ کہ کسی ایسی علامت سے جس کو ایک دانشمند سمجھ سکے اپنے اس مدعا کو ظاہر کر جائے۔ کہ یہ لفظ اپنے اصل معنوں پر مستعمل نہیں ہوا۔

اب چونکہ یہ فرق حقیقت اور مجاز کا صاف طور پر بیان ہو چکا تو جس شخص نے قرآن کریم پر اوّل سے آخر تک نظر ڈالی ہوگی۔ اور جہاں جہاں توفی کا لفظ موجود ہے۔ بنظرِ غور دیکھا ہوگا۔ وُہ ایمانا ہمارے بیان کی تائید میں شہادت دے سکتا ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہ آیات (۱) اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک (۲) توفنی مسلماً (۳) ومنکم من یتوفی (۴) توفتھم الملئکۃ (۵) یتوفون منکم۔ (۶) توفتہ رسلنا (۷) رسلنا یتوفونھم (۸) توفنا مسلمین (۹) وتوفنا مع الابرار (۱۰) ثم یتوفکم۔ کیسی صریح اور صاف طور پر موت کے معنوں میں استعمال کی گئی ہیں۔ مگر کیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت بھی ہے۔ کہ ان آیات کی طرح مجرد توفی کا لفظ کہنے سے اُس سے کوئی اور معنے مراد لئے گئے ہوں۔ موت مراد نہ لی گئی ہو۔ بلاشبہ قطعی اور یقینی طور پر اوّل سے آخر تک قرآنی محاورہ یہی ثابت ہے۔ کہ ہر جگہ درحقیقت توفی کے لفظ سے موت ہی مراد ہے۔ تو پھر متنازعہ فیہ دو آیتوں کی نسبت جو انی متوفیک اور فلما توفیتنی ہیں۔ اپنے دل سے کوئی معنے مخالف عام محاورہ قرآن کے گھڑ لینا اگر الحاد اور تحریف نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

اور اس جگہ یہ نکتہ بیان کرنے کے لائق ہے۔ کہ قرآن شریف میں ہر جگہ موت کے محل پر توفی کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے۔ امانت کا لفظ کیوں استعمال نہیں کیا؟ اس میں بھید یہ ہے۔ کہ موت کا لفظ ایسی چیزوں کی فناء کی نسبت بھی بولا جاتا ہے۔ جن پر فنا طاری ہونے کے بعد کوئی رُوح اُن کی باقی نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے جب نباتات اور جمادات اپنی صورت نوعیہ کو چھوڑ کر کوئی اور صور قبول کرلیں تو ان پر بھی موت کا لفظ اطلاق پاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ یہ لوہا مر گیا۔ اور کشتہ ہوگیا۔ اور چاندی کا ٹکڑا مر گیا۔ اور کشتہ ہوگیا۔ ایسا ہی تمام جاندار کیڑے کوڑے جن کی رُوح مرنے کے بعد باقی نہیں رہتی اور مورد ثواب و عقاب نہیں ہوتے۔ اُن کے مرنے پر بھی توفی کا لفظ نہیں بولتے۔ بلکہ صرف یہی کہتے ہیں۔ کہ فلاں جانور مر گیا۔ یا فلاں کیڑا مر گیا۔ چونکہ خدا تعالے کو اپنے کلام عزیز میں یہ منظور ہے۔ کہ کھلے کھلے طور پر یہ ظاہر کرے۔ کہ انسان ایک ایسا جاندار ہے۔ کہ جس کی موت کے بعد بکلی اس کی فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی رُوح باقی رہ جاتی ہے۔ جس کو قابض ارواح اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ اس وجہ سے موت کے لفظ کو ترک کر کے بجائے اُس کے توفی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تا اس بات پر دلالت کرے۔ کہ ہم نے اس پر موت وارد کر کے بکلی اُس کو فنا نہیں کیا۔ بلکہ صرف جسم پر موت وارد کی ہے۔ اور رُوح کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور اس لفظ کے اختیار کرنے میں ہریوں کا رد بھی منظور ہے۔ جو بعد موت جسم کے رُوح کی بقاء کے قائل نہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک توفی کے معنی رُوح کو قبض کرنے اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے لئے گئے ہیں۔ اور انسان کی موت کی حقیقت بھی صرف اس قدر ہے کہ رُوح کو خدا تعالےٰ قبض کر لیتا ہے۔ اور جسم کو اُس سے الگ کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اور چونکہ نیند کی حالت بھی کسی قدر اس حقیقت میں اشتراک رکھتی ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ بالا دو آیتوں میں نیند کو بھی بطور استعارہ توفی کی حالت سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں۔ کہ نیند میں بھی ایک خاص حد تک رُوح قبض کی جاتی ہے اور جسم کو بیکار اور معطل کیا جاتا ہے۔ لیکن توفی کی کامل حالت جس میں کامل طور پر رُوح قبض کی جائے۔ اور کامل طور پر جسم بیکار کر دیا جائے وُہ انسان کی موت ہے۔ اسی وجہ سے توفی کا لفظ عام طور پر قرآن شریف میں انسان کی موت کے بارے میں ہی استعمال کیا گیا ہے اور اوّل سے آخر تک قرآن شریف اسی استعمال سے بھرا پڑا ہے اور نیند کے محل پر توفی کا لفظ صرف دو جگہ قرآن شریف میں آیا ہے اور وُہ بھی قرینہ قائم کرنے کے ساتھ اور ان آیتوں میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ اُس جگہ بھی توفی کے لفظ سے نیند مراد نہیں ہے۔ بلکہ موت ہی مراد ہے۔ اور اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ نیند بھی ایک موت ہی کی قسم ہے۔ جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور جسم معطل کیا جاتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ نیند ایک ناقص موت ہے۔ اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ توفی کا لفظ جو قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے۔ خواہ وُہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل ہے۔ یعنے موت پر یا غیر حقیقی معنوں پر یعنے نیند پر ہر ایک جگہ اُس لفظ سے مراد یہی ہے۔ کہ رُوح قبض کی جائے۔ اور جسم معطل اور بیکار کر دیا جائے۔ اب جبکہ یہ معنے مذکورہ بالا ایک مسلّم قاعدہ ٹھہر چکا۔ جس پر قرآن شریف کی تمام آیتیں جن میں توفی کا لفظ موجود ہے۔ شہادت دے رہی ہیں۔ تو اس صورت میں اگر فرضِ محال کے طور پر ایک لحظہ کے لئے یہ خیال باطل بھی کر لیں۔ کہ انی متوفیک کے معنے انی منیمک ہے یعنی یہ کہ میں تجھے سُلانے والا ہوں۔ تو اس سے بھی جسم کا اُٹھایا جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس جگہ انی متوفیک کے معنے از رُوئے قاعدہ

متذکرہ بالا ہی کہیں گے۔ کہ میں تجھ پر نیند کی حالت غالب کرکے تیری رُوح کو قبض کرنے والا ہوں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ انی متوفیک کے بعد جو رافعک الیّ فرمایا ہے۔ یعنے میں تیری روح کو قبض کرکے پھر اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ یہ رافعک کا لفظ انی متوفیک کے لفظ سے تعلق رکھتا ہے۔ جس سے ببداہت یہ معنی نکلتے ہیں۔ کہ خداتعالےٰ نے روح کو قبض کیا۔ اور رُوح کو ہی اپنی طرف اٹھایا۔ کیونکہ جو چیز قبض کی گئی۔ وُہی اٹھائی جائے گی۔ جسم کے قبض کرنے کا تو کہیں ذکر نہیں۔ چنانچہ دوسری آیات میں جو نیند کے متعلق ہیں۔ خداتعالےٰ صاف صاف فرماچکا ہے۔ کہ نیند میں بھی موت کی طرح رُوح ہی قبض کی جاتی ہے جسم نہیں قبض کیا جاتا۔ اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جو قبض کیا جاتا ہے۔ اٹھایا بھی وہی جائے گا۔ یہ تو نہیں کہ قبض کی جائے رُوح اور پھر جسم کو اٹھایا جائے۔ ایسے معنی تو قرآن شریف کی تمام آیات اور منشاء ربانی سے صریح مریح مخالف ہیں۔ قرآن شریف نیند کے مقامات میں بھی جو توفی کے لفظ کو بطور استعارہ استعمال کرتا ہے۔ اُس جگہ بھی صاف فرماتا ہے۔ کہ ہم رُوح کو قبض کر لیتے ہیں۔ اور جسم کو بیکار چھوڑ دیتے ہیں۔ اور موت اور نیند میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ موت کی حالت میں ہم رُوح کو قبض کرکے پھر چھوڑتے نہیں۔ بلکہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور نیند کی حالت میں ایک مدت تک رُوح کو قبض کرکے پھر اُس روح کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پھر وُہ جسم سے تعلق پکڑ لیتی ہے ۔

اب سوچنا چاہیئے۔ کہ کیا یہ بیان قرآن شریف کا اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ خداتعالےٰ کو جسم کے قبض کرنے اور اٹھانے سے دونوں حالتوں موت اور نیند میں کچھ سروکار نہیں۔ بلکہ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔ یہ جسم خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آخر خاک میں ہی داخل ہوتا ہے۔ خدائے تعالےٰ ابتدائے دُنیا سے صرف روحوں کو قبض کرتا آیا ہے۔ اور رُوحوں کو ہی اپنی طرف اٹھاتا ہے۔ اور جبکہ یہی امر واقعی اور یہی صحیح اور سچ ہے۔ تو اس صورت میں اگر ہم فرض بھی کرلیں۔ کہ انی متوفیک کے یہی معنے ہیں۔ کہ میں تیری رُوح کو اس طور سے قبض کرنے والا ہوں۔ جیسا کہ سونے والے کی روح قبض کی جاتی ہے۔ تو پھر بھی جسم کو اس قبض سے کوئی علاقہ نہیں ہوگا۔ اور اس طور کی تاویل سے اگر کچھ ثابت ہوگا۔ تو یہ ہوگا۔ کہ حضرت مسیح کی رُوح خواب کے طور پر قبض کی گئی۔ اور جسم اپنی جگہ زمین پر پڑا رہا۔ اور پھر کسی وقت رُوح جسم میں داخل ہوگئی۔ اور ایسے معنی سراسر باطل اور دونوں فریق کے مقصد کے مخالف ہیں۔ کیونکہ صرف کچھ عرصہ کے لئے حضرت مسیح کا سونا۔ اور پھر جاگ اٹھنا ہماری اس بحث سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ اور قرآن کریم کی آیت ممدوحہ بالا صاف بلند آواز سے پکار رہی ہے۔ کہ حضرت مسیح کی رُوح جو قبض کی گئی۔ تو پھر سونے والے کی روح کی طرح جسم کی طرف نہیں چھوڑی گئی۔ بلکہ خداتعالےٰ نے اُس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ جیسا کہ الفاظ صریحۃ الدلالت انی متوفیک و رافعک الیّ سے ظاہر ہے۔

(ازالہ اوہام)

---

# ابن مریم مر گیا حق کی قسم

## وفات مسیح ناصری کے متعلق عقل کیا کہتی ہے

(از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن)

کسی شخص کا زندہ ہونا یا مردہ ہونا دراصل نقلی ثبوت مانگتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح ناصری کی وفات یا حیات پر ہم کو ہمیشہ تاریخ یہود اناجیل اور قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ مگر نقل کے ساتھ قرائن یا عقلیہ دلیل کا موجود ہونا اسے بہت وزندار کر دیتا ہے۔ ناظرین کو لازم ہے۔ کہ جہاں اس پرچہ میں نقلی دلائل پر غور کریں۔ وہاں عقل سلیم سے بھی سوال کریں۔ کہ وہ کیا کہتی ہے۔ آیا وہ ان تاریخی اور نقلی دلائل کا ساتھ دیتی ہے۔ جو وفات مسیح پر شاہد ہیں۔ یا ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ جو بعض روایات سے حیات مسیح کا استنباط کرتے ہیں۔

### صعود الی السماء

سب سے اول یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ آیا انسان دنیا سے اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر مسیح اسی طرح گیا ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ دنیا میں چند اور نمونے بھی اسطرح آسمان پر جانے کے موجود ہوں۔ کیونکہ اگر یہ بھی سنت اللہ ہے۔ تو ضرور ہے کہ کئی زمانوں میں ظاہر ہوئی ہو۔ ایک مشہور اور سچا مقولہ ہے۔ کہ تاریخ ہمیشہ اپنے تئیں دہراتی ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے۔ کہ مسیح سے پہلے یا بعد کوئی اور شخص یا اشخاص اسی طرح آسمان پر تشریف لے گئے۔ یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ ایک بیہودہ دعویٰ ہے جو قائلین حیات مسیح پیش کرتے ہیں۔ پھر آسمان پر جانے کا عقلی بطلان یہ بھی ہے کہ یہ جسم عنصری۔ ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ غذا اور ہزاروں زمینی چیزوں کا اپنی بقا کے لئے محتاج ہے۔ زمین سے ۳۰ میل اوپر ہی کرہ ہوائی اس قدر لطیف ہو جاتا ہے۔ کہ انسان اسمیں زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھر ۴۰۔ ۵۰ میل اور اوپر جاکر ہوا ہی نہیں رہتی۔ اگر کسی شخص کو زمین سے اوپر کیطرف بلند کیا جائے۔ تو چند منٹ میں ہی قبل اس کے کہ وہ زمین سے بہت زیادہ دور ہو۔ ہوا۔ نہ ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ غرض انسان اس جسم کے ساتھ سوائے اس کرۂ ارضی کے اور کسی کرۂ آسمانی پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ آسمان پر اس زمین کی غذائیں دیا پانی اور دیگر ضروریات کہاں سے آئیں گی۔ پیشاب خانہ وغیرہ کا سوال الگ رہا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جسمانی تکلیف اور بیماری جو ہر عنصری جسم کے ساتھ لازم ملزوم ہے۔ اس کے لئے اوویہ اور سامان جو اسی زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیا وہ بھی ساتھ گیا ہے یا نہیں؟

### آسمانی زندگی

ممکن ہے۔ کوئی شخص غیر مانوس حالات میں دو چار دن گزار سکے مگر دو ہزار سال کی زندگی جو اب تک آسمان پر مسیح نے گزاری ہے کیسی وحشت اور پریشانی کی زندگی ہوگی۔ نہ کوئی مونس نہ غمگسار نہ ساتھی نہ رفیق۔ اکیلے ٹُنڈوں ٹُوں۔ غرض سخت اداسی کا منظر نظر آتا ہے۔ جو کسی صاحب ہوش انسان کے دیوانہ کر دینے کو کافی ہے۔ آخر یہ سزا کیوں؟

نیز یہ بھی سوچو۔ کہ اللہ تعالیٰ تو کسی چیز کو فضول اور لغو نہیں قائم رکھتا۔ دو ہزار سال وہ مسیح سے کیا کام لیتا رہا ہے۔ اور ایسا اولوالعزم نبی کیوں اور کس لئے اتنی لمبی مدت تک اپنی عمر ضائع کرتا رہا ہے۔ بس ہمارا سوال ہے۔ کہ آخر اس لمبی چوڑی عمر کا مقصد کیا ہے؟

حضرت مسیح بھی دنیا کے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ ہم کو اگر کسی شخص کی حیات و ممات پر شک ہو۔ تو ہم عمر ہی پوچھ کر فوراً بتا دیں گے۔ کہ وہ شخص زندہ ہے۔ یا مر گیا۔ مسیح کے زمانہ کے لوگ ۷۰۔ ۸۰ یا حد سو سوا سو ۱۲۵ عمر پاتے تھے۔ اگر کسی سے کہا جائے۔ کہ اس زمانہ کو اب ۲ ہزار سال کے قریب ہو گئے ہیں۔ تو ہر عقل یہی فتویٰ دیگی۔ کہ خواہ وہ زمین پر ہوں۔ یا آسمان پر۔ بہر حال ان کے قویٰ سو سوا سو سال تک چل سکتے ہیں۔ آگے چل کر یہ مشین چلنے سے بند ہو جائیگی۔ پس عقل فوراً فتویٰ دیگی۔ کہ اگر اس زمانہ کا کوئی اور انسان زندہ نہیں رہا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ سو سال کے قریب عمر پاکر ہر ایک ان میں سے مر چکا۔ اسی طرح مسیح کی والدہ اور اس کے بھائی بہن نے بھی جس سے اس کا گوشت پوست اور قویٰ مشابہ تھے۔ اس سے زیادہ عمر نہ پائی تھی۔ تو خواہ حضرت مسیح کو زیر زمین محفوظ کر کے رکھو۔ خواہ ساتویں آسمان پر پہنچا دو۔ یہ یقینی ہے۔ کہ وہ اپنے دیگر ہمعصروں کی طرح آج سے ۱۸۰۰ سال پہلے اسی طرح مر چکا جس طرح وہ مر چکے ہیں۔

### واپسی

اگر ایک جسم ۲ ہزار سال کہیں آسمان پر رہا ہو۔ اور وہاں

حالات کے مطابق اس نے اپنی زندگی بنالی ہو۔ تو پھر یہ بھی لازمی ہے۔ کہ جب بھی وہ زمین پر اتریگا۔ آتے ہی مرجائے گا۔ کیونکہ جس طرح ایک زمینی جسم اس سے باہر رہکر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس طرح ایک آسمانی جسم بھی زمین پر آکر ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

پھر اگر اتنی لمبی عمر والا انسان کسی طرح یہاں آبھی جائے۔ تو اسکی ہیئت کذائی عجیب ہوگی۔ غالباً اتنی لمبی عمر کے بعد انکے سب بال جھڑ چکے ہونگے۔ منہ میں ایک بھی دانت باقی نہ ہوگا۔ کھال صرف جھریاں جھریاں ہوگی۔ کمر دوہری ہوکر کبڑی ہوگئی ہوگی۔ ہوش و حواس ایسے ہونگے کہ نہ کسی کو پہچانتا ہوگا۔ نہ کسی بات میں دلچسپی لیتا ہوگا۔ نظر اگر ہوگی بھی تو شاید یہی کہ دھوپ چھاؤں ہی نظر آئے۔ کان بالکل بٹ۔ آواز ضعف پیری کے مارے نکل بھی نہ سکے گی۔ غرض ایک مشت استخوان ہیں فرتوت ہونگے جنمیں سانس کے سوا اور کوئی علامت زندگی کی نہ ہوگی۔ پس ایسے وجود کا کیا فائدہ۔ سوائے اس کے کہ جنازہ پڑھ کر اسے دفن کردیا جائے۔ یا جب تک وفات نہ ہو۔ ایک نرس اس کے حلق میں پانی اور دودھ ٹپکاتی رہے

## دوبارہ کیا جوہر دکھائیں گے؟

اگر حضرت مسیح ناصری نے پہلے کوئی عظیم الشان کام دنیا کے سامنے پیش کیا ہوتا۔ تو خیال ہوسکتا تھا۔ کہ آمد ثانی میں شاید کوئی اور بات اس سے بڑھ کر دکھائیں گے مگر ایک ایسے شخص کا ہزاروں سال تک بطور امانت میں رکھ چھوڑنا جسکی ابتدائی زندگی کوئی اعلیٰ نمونہ کسی اصلاح اور اثر کا نہ دکھا سکی۔ کسطرح باور ہوسکتا ہے۔ آخر یہ وہی مسیح تو ہیں جنکے فیض صحبت کا یہ نمونہ تھا۔ کہ پولیس کو دیکھتے ہی سب مرید مفرور ہوگئے۔ بعض مخلصین نے ان کے منہ پر لعنتیں کیں۔ اور بعض نے تو چند پیسوں کے بدلے انہیں فروخت کردیا۔ اب اگر یہی صاحب دنیا کی ہدایت اور اصلاح کے لئے پیر فرتوت بنکر تشریف لائیں گے، تو خلقت کے ایمان کا خدا حافظ۔

## آنحضرت صلعم پر فضیلت

پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ اگر انہوں نے مانیں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی کرنی ہے اور امتی بنکر اصلاح کرنی ہے تو ان کی خاص کیا ضرورت رہی۔ یہ کام ایک امتی بھی کرسکتا ہے۔ اگر اپنی طرف سے بغیر فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی خاص اور عجیب روحانی قوت ساتھ لانی ہے۔ تو پھر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے بے نیاز ہوکر کام کریں گے۔ اور یقیناً ان پر فضیلت رکھیں گے۔

## قدرت خداوندی کے خلاف بات

ماسوا اس کے ہم سنت اللہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہی پاتے ہیں، کہ ہر زمانہ کے لئے اس کے مناسب حال نیا مصلح پیدا ہوتا ہے۔ کیا کبھی یہ بات بھی دیکھی گئی ہے۔ کہ ایک پرانے وجود کو ہی زندہ اور محفوظ رکھا جائے تاکہ وہ دوبارہ آکر کام کرے کیا نیا وجود معرض ظہور میں آنا ناممکن ہے، یا قدرت خداوندی کے منافی ہے۔ حضرت مسیح نے کونسا انوکھا نمونہ قدرت قدسی اور قوت روحانی کو دکھایا تھا۔ جو انہیں ہی خداتعالیٰ نے دوسرے زمانہ کے لئے محفوظ کرلیا۔ اگر ایسا کرنا سنت اللہ اور قوانین فطرت کے موافق ہوتا۔ تو بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا الباوجود تھا۔ کہ وہ محفوظ رکھا جاتا۔ پس جب وہ بھی فوت ہوگئے۔ اور دوبارہ ہدایت عالم کے لئے محفوظ نہ رکھے گئے۔ تو حضرت مسیح کو کیونکر یہ حق حاصل ہوگیا۔ جو شخص یہودیوں کے معمولی فتنوں کی پوری اصلاح نہ کرسکا۔ اور ایک قلیل قوم سے ماریں کھاتا رہا۔ اور باوجود ہتھیار وغیرہ خریدنے کے ایک چپہ بھر حکومت بھی دنیا میں قائم نہ کرسکا۔ یہاں تک کہ ایک رجعی انسانوں کی اصلاح میں بھی ناکام رہا۔ وہ کسطرح دنیا کے اس عظیم الشان دجالی فتنہ کی اصلاح کرسکتا تھا جس سے حضرت نوح کے وقت سے تمام انبیاء اپنی قوموں کو ڈراتے آئے ہیں پس ایک ایسے شخص کو آئندہ زمانہ کے لئے محفوظ کر لینا اور اس سے بہتر اور برتر انسان بوقت ضرورت پیدا کرنے سے عاری ہونا گویا ایک سخت کمزوری کو خداتعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ہے۔

## کیا مسیح ابن اللہ تھے؟

اگر حضرت مسیح آسمان پر گئے ہزاروں سال وہاں محفوظ رہے پھر اگر وہ کام کرینگے۔ جو کسی انسان کے کرنے کے نہ تھے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بھی ارفع تھے۔ تو یقیناً یہ عقیدہ قائم ہوا۔ کہ وہ انسان نہ تھے بلکہ اس سے بہت بالا ہستی تھے پھر اسمیں کیا حرج ہے۔ کہ انکو ابن اللہ یا خود خدا ہی تسلیم کرلیا جائے۔ اور اسلام کو جواب دیکر کسی مسیحی گرجے میں انکی عبادت کی جائے نیز جو شخص ۲ ہزار سال زندہ رہکر بھی عین جوانی میں زمین پر اترے اس کی عمر طبعی تو غالباً ۲۰ ہزار سال ہوگی بلکہ گمان اسی طرف جاتا ہے۔ کہ شاید وہ ایک نہ مرنے والا حی و قیوم قائم بالذات وجود ہے جو بجائے انسان ہونے کے ذات باری سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

## درحقیقت مسیح فوت ہوگئے

غرض ان تمام عقائد سے جو آجکل مسلمانوں میں رائج ہیں۔ یا تو ہم کو ماننا پڑیگا۔ کہ وہ خدا یا خدا جیسے ہیں۔ اور اگر وہ انسان ہیں اور خدا کے ایسے ہی ایک عاجز بندے ہیں جسطرح تمام دیگر انبیاء تو ہم کو لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ وہ بھی دیگر انبیاء کی طرح اپنی طبعی موت سے وفات پاچکے ہیں۔ نہ وہ آسمان پر بجسد عنصری زندہ ہیں نہ ریزرو فنڈ میں محفوظ ہیں۔ اور نہ پھر کبھی آئیں گے ہاں وفات پاکر انکی روح مملکت آسمانی میں اسیطرح مرفوع ہوئی جسطرح دیگر تمام انبیاء مرفوع ہوئے۔ اور وہ واپس اس دنیا میں اپنی بروزی رنگ میں تشریف لائے جسطرح روحانی سلسلوں میں پہلے بھی کئی انبیاء اور اولیاء آچکے ہیں۔

یہی وہ بات ہے جسے نہ صرف نقل ثابت کرتی ہے۔ بلکہ عقل سلیم بھی قبول کرتی ہے۔ بالآخر ہمارے نزدیک تو وفات مسیح ناصری کا سب سے بڑھ کر یہ ثبوت ہے۔ کہ ہم نے خود اپنی ان آنکھوں سے تمام شان میں ان سے افضل ایک شخص کو دیکھ لیا۔ جو موجودہ وقت پر آیا اور پہلے سے بہت بڑھکر کام دکھا گیا۔ اور جس کے وجود پر وہ تمام خدائی نوشتے صادق آئے۔ جو مسیح کی آمد ثانی پر وابستہ تھے ٭ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد وآل محمد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم

# ایک آیت سے وفات مسیح کا استدلال

چونکہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصل بنیادی مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات کا مسئلہ ہے۔ اور ہماری طرف سے اثبات وفات مسیح میں دلائل و براہین کا انبار جمع کردیا گیا ہے جسکی وجہ سے غیر احمدیوں کا دم ناک میں آگیا۔ اور سوائے اس مسئلہ کو چھوڑنے کے ان سے کچھ بن نہ پڑا لیکن ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اتمام حجت میں کوئی دریغ نہ کریں۔ لہذا ایک اور آیت بیان کی جاتی ہے۔ جو وفات مسیح پر دال ہے۔

**آیت**:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "تلک الرسل فضلنا بعضھم علےٰ بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات وآتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس ولو شاء اللہ ما اقتتل الذین من بعدھم من بعد ما جاءتھم البینات۔ الخ" بقرہ ع ۳۳

**ترجمہ**:۔ ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ان کے بعض سے اللہ نے بالمشافہ کلام کیا۔ اور بعض کے مرتبے درجات بلند کئے۔ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے۔ اور روح القدس سے اس کی تائید کی۔ اور اگر خداتعالیٰ جبر کرتا۔ تو نہ جھگڑتے وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے۔ بعد اس کے کہ ان کے پاس بینات آگئے۔

**استدلال**:۔ ہمارا استدلال لفظ من بعدھم پر ہے کیونکہ اس میں خداتعالیٰ نے سب رسولوں کو شامل فرماکر یہ بتایا ہے۔ کہ خواہ موسیٰ ہو یا عیسیٰ ہر ایک کے بعد لوگوں میں اختلاف جاری رہا۔ پس جس طرح سے اس آیت کا فقرہ من بعدھم موسیٰ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کو شامل کرتا ہے۔ اسی طرح بلا کسی استثناء کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی حاوی ہے۔ اور انکی بعدیت اور موت پر شاہد ناطق ہے چنانچہ مفسرین سلف نے ھم کا مرجع یا تو الرسل کو بنایا ہے۔ اسمیں بھی مسیح علیہ السلام دخول اولی کے ساتھ داخل ہیں۔ یا پھر خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرار دیا ہے۔

**بعد کے معنے**:۔ تمام لغات والے اس بات پر متفق ہیں۔ کہ بعد ظرف زمان ہے۔ جو کہ قبل کی ضد ہے۔ اب اگر حضرت مسیح ناصری دوبارہ تشریف لائیں۔ تو قرآنی "بعدیت" ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ ان کا اختلاف اور جدال و مقابلہ ان کے بعد ہوا۔ لیکن اگر مسیح دوبارہ آئیں۔ تو وہ جدال بعد نہیں رہتا۔ بلکہ قبل ہوجاتا ہے۔ اور اس سے قرآنی آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو کہ محال ہے۔ پس جو مستلزم محال ہے۔ یعنی مسیح کی آمد ثانی۔ وہ بھی محال ہے،

وھو المراد ٭ مرسلہ خاکسار نذیر احمد اڈمیانی

# مسئلہ وفاتِ مسیح ناصریؑ

کے متعلق

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی علمی تحقیقات

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن

یہ زمانہ ایک علمی زمانہ ہے۔ ہر چیز عقل اور علم کی ترازو میں ناپی اور تولی جاتی ہے۔ اور اُنہی باتوں کی قدر کی جاتی ہے۔ جو اس میزان پر پُوری اُتریں۔ پس جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو عموماً اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق معجزات اور کمالات عطا کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی ضروری تھا کہ اس زمانہ کے نبی کو موجودہ زمانہ کے حالات کے مطابق دیگر نشانات اور خوارق کے ساتھ علمی معجزات اور کمالات بھی دیئے جاتے۔ ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی لئے ایک حصہ وافر ان علمی باتوں کا دیا گیا ہے۔ جن سے ازمنہ سابقہ کے مصلحین عاری نظر آتے ہیں۔ آجکل کے علوم میں ایک بڑی چیز ریسرچ ورک RESEARCHWORK بھی ہے۔ یعنی آثار اور کتب تاریخیہ اور روایات وغیرہ کی مدد کے ساتھ علم اور عقل کی روشنی سے صحیح باتوں اور سچے واقعات کا پتہ لگانا۔ گم شُدہ یا مشکوک صداقتوں کو جو ہزاروں غلطیوں اور لغو روایات اور حالات کے ماتحت دبی ہُوئی ہیں۔ کھود کر دُنیا پر ظاہر کرنا۔ اور سچ کو جھُوٹ سے الگ کرنا۔ پس جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور بہت سی علمی باتوں میں اپنا کمال دکھایا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ کے حالات کے مطابق آپ نے ریسرچ ورک میں بھی وُہ کمال ظاہر کیا ہے۔ جسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک خاکہ میں اسی مضمون میں حضُور کے اس ریسرچ یعنی "علمی تحقیقات" کا پیش کرُونگا جو مسئلہ وفات مسیح کے متعلق آپ نے کی ہے۔

## عقیدہ مسیح موعودؑ و عقیدہ نیچری میں فرق

وفاتِ مسیح کے اور لوگ بھی قائل ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خاں۔ ان میں سے ایک ہیں۔ اسی طرح آج کل نئی روشنی کی ذریّت۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سر سید کے مذہب میں عظیم الشان فرق ہے۔ سر سید کہتے ہیں۔ ہر انسان عمر طبعی پر پہونچ کر مر جاتا ہے۔ اور ہم نے سب کو اسی زمین پر مرتے دیکھا ہے۔ نیچر میں یہی بات رائج ہے اس لئے مسیح بھی جو ایک انسان تھے۔ مر گئے۔ برخلاف اس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں عقیدہ وفاتِ مسیح ناصری پر اس لئے قائم ہوا ہوں۔ کہ

۱۔ خدا تعالےٰ نے مجھے بذریعہ وحی فرمایا۔ کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا ہے۔ پھر جب میں نے اپنے طور پر تحقیقات کی۔ تو معلوم ہُوا کہ

۲۔ قرآن مجید بھی یہی فرماتا ہے۔

۳۔ احادیث صحیحہ سے بھی یُونہی ثابت ہے۔

۴۔ بڑے بڑے بزرگان دین کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

۵۔ انجیل سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔

۶۔ یہودیوں کی کتابیں بھی یہی کہتی ہیں۔

۷۔ تاریخ بھی اسی بات کی مؤید ہے۔

۸۔ بعض دیگر تحقیقاتوں سے بھی یہی امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

۹۔ مجھے مسیح علیہ السلام کے بعض ان سوانح کا علم بھی مل گیا ہے۔ جو واقعہ صلیب کے بعد کے ہیں۔

۱۰۔ مجھے مسیح ناصری کی قبر کا بھی پتہ لگ گیا ہے۔ جو کشمیر میں ہے۔

۱۱۔ میں اللہ تعالےٰ کو قادر مطلق سمجھتا ہوں۔ وُہ کسی طرح کی کمزوری اور عجز نہیں رکھتا۔ کم علم انسان سنت اللہ اور قوانین قدرتِ الٰہی پر کبھی حاوی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ سب مذکورہ بالا باتیں حیاتِ مسیح کے مخالف نہ ہوتیں۔ تو مجھے اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا تھا۔ بلکہ میں سب سے پہلے مانتا۔ اور ہرگز نیچریوں کی طرح یہ نہ کہتا۔ کہ چونکہ ہمارا مشاہدہ نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص آسمان پر جا سکتا ہے۔ اس لئے ہم حیاتِ مسیح کے قائل نہیں ہو سکتے۔

پس نیچری نے ایک عام اور ظاہر اصل کے ماتحت فاکر حیاتِ مسیح کو رد کر دیا۔ اور اس کا سرسری ذکر اپنی تفسیر میں کر دیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اس مسئلہ کو خدا تعالیٰ کی وحی سے سمجھا۔ پھر اس کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایسی عجیب و غریب علمی تحقیقات کی۔ کہ دونو فریق کا مقابلہ کرکے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص نے محض اپنی رائے اور خیالات کی پیروی کی ہے۔ اور دوسرے نے ہر طرح سے حق الیقین کے درجہ پر پہونچکر علیٰ وجہ البصیرۃ اس عقیدہ کو تسلیم کیا ہے۔ نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ایک دُنیا کو منوا دیا۔ کیونکہ جب حق ثابت ہو جائے۔ تو پھر خود ماننا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ دُوسروں کو بھی اس صداقت کا پہونچانا لازمی ہو جاتا ہے۔

## مسئلہ وفات مسیح کی اہمیت

رہی یہ بات کہ یہ ایسا کونسا اہم مسئلہ ہے جس پر ایک عظیم الشان ریسرچ ورک کیا گیا۔ سو واضح ہو کہ یہ وُہ مہتم بالشان مسئلہ ہے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے یہودیوں نے ایک صدیق کو ملعون ٹھیرایا۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں خود لعنتی بن کر ہلاک ہو گئے۔ عیسائیوں پر اس کا یہ اثر ہے۔ کہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ مسیح کی وفات طبعی موت سے ہُوئی۔ تو کفارہ کا سارا ڈھانچہ ہی بیخ و بنیاد سے اکھڑ کر گر پڑتا ہے۔ اور موجودہ عیسویت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ پھر مسلمانوں پر اس کا یہ اثر ہے کہ اگر یہ مسئلہ صحیح طور پر ان کی سمجھ میں آجاتا۔ تو لاکھوں ان میں سے مرتد نہ ہو جاتے۔ اور مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت دے کر اور حضُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کے مجرم ہو کر ذلیل نہ بن جاتے۔ اور اکثر حصہ امتِ محمدیہ کا آنے والے مسیح کا انکار کرکے مغضوب علیہم میں داخل نہ ہو جاتا۔

پس اس زمانہ کے لئے یہ مسئلہ کفر و ایمان کا مسئلہ بن گیا ہے اور ایک ایسا پتھر ہے۔ جس سے ٹھوکر کھا کر اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں ہلاک ہو گئے۔ سو ضروری تھا۔ کہ اس زمانہ کا مصلح بھی اسے ہر طرح اور ہر رنگ میں ایسا صاف کر دیتا۔ کہ پھر کوئی آنکھوں والا اس سے ٹھوکر نہ کھاتا۔ ہرگز کسی نیچری یا برہمو۔ یا ملیریلسٹ کا کام نہ تھا۔ کہ وُہ اس مہم کو سر انجام دے سکتا۔ جس پر قوموں کی بھلائی اور ان کے لئے سراطِ مستقیم منحصر تھی۔ کسی کا صرف یہ کہدینا۔ کہ میں مسیح کو فوت شدہ مانتا ہوں۔ اس ٹھوکر کو دُور نہیں کر سکتا تھا۔ جو لوگوں کے راستہ میں حائل تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس مسئلہ کو صاف کیا ہے تو نہ صرف یہ کہا۔ کہ ابنِ مریم فوت ہو چکا ہے۔ بلکہ اس کے عقلی نقلی علمی اور تاریخی ثبوت بھی مہیا کئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا۔ کہ مثیل ابنِ مریم آگیا ہے۔ اور اس کے ساتھ وابستہ ہونے میں اب دُنیا کی فلاح ہے اور اسلام کی راستی قرآن مجید کی حقانیت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ نبی ہونا۔ اور آپ کی ختم نبوت۔ اسی طرح خود اپنا اعجاز اور تبحر علمی اور صداقت سب کے سب اسی ایک مسئلہ میں لاکر ثابت کر دیئے ہیں کیا سر سید کا یہ کہنا۔ کہ مسیح مر گیا ہے۔ ایسی کسی صداقت کو ثابت کر سکا؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ کیا کسی فلسفی مزاج منطقی کا مسیح کو وفات شدہ تسلیم کرنا عظیم الشان صداقتوں کے منوانے کا باعث ہوا؟ کیا اسی ایک وفاتِ مسیح کے مسئلہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پاک جماعت راستبازوں کی دُنیا میں قائم نہیں کر دی؟

غرض نیچری کا کہنا اور اس کے دلائل۔ اور نبی کا کہنا اور اس کی تحقیقات علمی کبھی برابر نہیں ہو سکتے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نیچری کا قول صرف ایک قول ہی رہتا ہے۔ مگر نبی کا قول دنیا میں ایک تغیر عظیم۔ عقائد، اعمال اور روحانیت اور علوم میں پیدا کر دیتا ہے۔ پس مبارک ہیں وُہ جو صرف بعض ظاہری الفاظ کو دیکھکر دونوں قسم کے لوگوں کو ایک نہیں سمجھ لیتے۔ اور نہ دونوں کے عقائد کو ظاہر پر حمل کر

ہم وزن تسلیم کر لیتے ہیں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توحید اور دیانند کی توحید ایک ہیں؟ محمد رسول اللہؐ کی توحید ایک چمکتا ہوا نور ہے۔ جس کے آگے آریہ توحید کالے توے کی سیاہی سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔ پس یہی فرق اس وفات مسیح میں ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی۔ اور اس میں جو سر سید یا کسی اور شخص نے اپنی کتاب میں لکھی ؛

## پہلا علم بذریعہ وحی آیا

جس طرح آدم اول کو اللہ تعالےٰ نے اپنی درگاہ سے علوم اسماء سکھائے تھے۔ اسی طرح اس آدم ثانی کو بھی اُسی درگاہ سے بذریعہ وحی یہ علم عطا ہوا۔ کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اور اس کا مثیل اور موعود تو خود ہے ؛

موجودہ مضمون میں اس بحث کی گنجائش نہیں۔ کہ اعلےٰ درجہ کے الہام کا کیا درجہ ہے۔ اور وُہ کیسی یقینی چیز ہے۔ اور وُہ کس طرح ان مسائل میں فیصلہ ناطق کے طور پر ہوتا ہے۔ جو مختلف فیہ ہوں اور کس طرح وُہ نئے علوم کا حامل ہوتا ہے۔ یہاں صرف اس قدر ذکر کر دینا کافی ہے۔ کہ اس وحی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ مسلمانوں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور نیچریوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو یہ بات سمجھانے کے لئے لازمی ہے۔ کہ ہم اس مسئلہ کو ایسے رنگ میں پیش کریں۔ کہ وُہ ہر قوم پر حجت ہو۔ اور دلائل نقلیہ اور عقلیہ کے ساتھ سوائے ماننے کے چارہ نہ رہے۔ اس لئے آپ نے اس مسئلہ پر ریسرچ شروع کی۔ میں یہاں ہرگز کسی تفصیل کے ساتھ وہ باتیں نہیں لکھ سکتا جو آپ نے تحقیق فرمائی ہیں۔ محض اشارۃً مختصر الفاظ میں سرسری طور پر ان کا ذکر کرتا جاؤں گا۔ اگر کسی نے دلچسپی لینی ہو۔ تو حضور علیہ السلام کی اپنی تصنیف کردہ کتب میں متعلقہ بحث کو پڑھے۔ اور آپ کی محنت کی داد دے ؛

## قرآن مجید سے ریسرچ

قدرتاً سب سے پہلے آپؑ نے قرآن مجید کی طرف عنانِ تحقیق کو پھیرا۔ اور معلوم کیا۔ کہ :-

۱۔ قرآن نے مسیح علیہ السلام کو نص صریح سے وفات یافتہ بیان کیا ہے۔ اور خود مسیح کی زبانی یہ اقرار موجود ہے۔ کہ میری عیسائی امت میری وفات کے بعد بگڑی ہے۔ چنانچہ آتا ہے :- كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ - (مائدہ)

۲۔ قرآن مجید کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ خواہ طبعی موت سے، خواہ قتل ہو کر اور کوئی ایک بھی زندہ نہیں ہے۔ چنانچہ آتا ہے :- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران)

۳۔ تیس کے قریب آیات سے کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت ہوتی ہے ؛

۴۔ قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جس سے مسیح ناصری کی حیات نص صریح کے طور پر ثابت ہوتی ہو ؛

۵۔ کوئی بشر رسول آسمان پر زندہ نہیں جا سکتا۔ چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ؛

۶۔ کوئی وفات یافتہ دوبارہ دُنیا میں نہیں آ سکتا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فیمسک التی قضی علیہ الموت - نیز - وحرام علیٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون

غرض ہر طرح ثابت ہو گیا۔ کہ مطابق قرآن مجید کے بیان کے حضرت مسیح وفات پا گئے۔ نہ اب وُہ واپس آ سکتے ہیں۔ نہ ان کے آسمان پر جانے کا عقیدہ صحیح ہے۔ اور نہ وُہ زندہ ہیں ؛

## لفظ توفی کی تحقیق اور انعام

اس کے بعد آپؑ نے لفظ توفی کی تحقیق کی۔ کہ آیا اس کے معنے سوائے مرنے کے کوئی اور بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے آپؑ نے قرآن مجید۔ احادیث اور لغت عرب سب کو چھان ڈالا۔ اور سوائے موت کے اور کوئی معنے اس کے نہ ملے۔ حسب ذیل باتیں اس تحقیقات کے نتیجہ میں ثابت ہوئیں :-

۱۔ جہاں کہیں یہ لفظ قرآن میں انسان کے لئے بولا گیا ہے کہ خدا نے اس کی توفی کر لی۔ تو اس کے معنے سوائے قبض رُوح کے اور کوئی نہیں آئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ لفظ علاوہ مسیح کی توفی کے ۲۳ جگہ اس طرح اور استعمال ہوا ہے۔ اور کہیں قبض روح کے سوا دوسرے معنے نہیں آئے ؛

۲۔ اسی طرح تمام احادیث کی کتابوں میں سوائے مذکورہ بالا معنوں کے اور کسی معنے میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا ؛

۳۔ لغت عرب میں بھی سوائے قبض روح کے اس کے کوئی اور معنے نہیں ہیں۔ اور کسی اہل زبان نے سوائے موت کے معنے کے اس لفظ کو دوسرے کسی معنے میں استعمال نہیں کیا۔ نہ شعر میں نہ نثر میں غرض تمام قرآن اور تمام صحاح ستہ اور دیگر احادیث کی کتابوں اور تمام لغت کی مستند کتابوں اور عرب کے لاکھوں اشعار اور ادیبوں کی تحریروں کی دیکھ بھال اور پڑتال کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار دیا۔ کہ اگر کوئی شخص عرب ہو۔ یا عجم ہم کو توفی کے معنے سوائے جان قبض کر لینے کے اور کوئی دکھا دے۔ تو اس کو ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر آج اس اشتہار کو ۴۰ سال گزر چکے۔ مگر ایک بھی مولوی یا عالم یا ادیب ایسا نہ نکلا۔ جو یہ انعام حاصل کر سکتا ؛

## وفات مسیح احادیث سے

قرآن مجید کے بعد طبعاً آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے اس مسئلہ کو تحقیق کیا۔ اور تمام صحاح ستہ اور دیگر طوامار احادیث میں سے گزر کر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچائی۔ کہ وہاں بھی سوائے مسیحؑ کے مرنے کے ان کی زندگی کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ :-

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح ناصری کی بابت فرمایا کہ وُہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے ؛

۲۔ اسی طرح فرمایا۔ اگر موسےٰ اور عیسےٰ اس وقت زندہ ہوتے تو سوائے میری پیروی کے ان کو کوئی چارہ نہ ہوتا ؛

۳۔ پھر آپؐ نے دُوسرے فوت شدہ پیغمبروں کے ساتھ حضرت مسیح کو خود معراج کی رات کو دیکھا ؛

۴۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ نے دونوں مسیحوں کے حلیئے الگ الگ طرح کے بیان کئے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلا مسیح چوڑی چھاتی والا سُرخ سفید رنگ کا گھونگریالے بالوں والا تھا۔ اور آنے والا مسیح لمبے۔ سیدھے بالوں والا حسین گندم گون ہوگا۔ پس پہلا فوت ہو چکا۔ اور دوسرا نیا آدمی اس کا مثیل ہو کر آئے گا ؛

۵۔ سب سے زیادہ قطعی وُہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلما توفیتنی والی آیت جو حضرت مسیحؑ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ اپنے اوپر چسپاں کی۔ اور پھر خود وفات پا کر ثابت کر دیا۔ کہ مسیح کی توفی بھی ایسی ہی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا فاقول کما قال العبد الصالح فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ؛

## صحابہ کا سب سے پہلا اجماع وفات مسیح پر

احادیث کے بعد حضور علیہ السلام نے صحابہ کے عقیدہ کی اس بارہ میں چھان بین فرمائی۔ اور یہ ثابت کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے معاً بعد سب سے بڑا اور سب سے پہلا اجماع جو ہوا۔ وہ اسی بات پر ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام اور آپؐ سے پہلے تمام کے تمام پیغمبر بلا استثنا احدے فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ اجماع صحابہ نے کسی اپنی رائے سے نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی اس آیت سے کیا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران) حقیقتاً دو ہی عظیم الشان مسئلے ہیں جن پر بالاتفاق صحابہ جیسی مقدس جماعت کا معاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اجماع ہوا ہے۔ ایک آنحضرتؐ سے پہلے تمام انبیاء کی موت۔ دوسرے مسئلہ خلافت۔ تعجب ہے۔ کہ غیر احمدیوں نے پہلے اجماع کا انکار کر دیا۔ اور غیر مبائعین نے دوسرے اجماع کا ؛

## کئی بزرگان دین اور ائمہ وفات مسیح کے قائل تھے

صحابہ کے اجماع کے بعد پھر حضور علیہ السلام نے امت کے دیگر اکابر کے اقوال اور عقائد کو ٹٹولا۔ اور بڑی محنت اور مطالعہ کے بعد یہ ثابت کیا۔ کہ ان میں سے بہتوں کے اقوال وفات مسیح کی تائید میں صریح طور پر موجود ہیں۔ چنانچہ :-

۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا پہلا خطبہ جس پر سب صحابہ نے ان سے اتفاق کیا۔ یہی تھا۔ کہ آنحضرتؐ اور آپؐ سے پہلے سب نبی موت کے دروازہ سے گزر گئے ؛

۲۔ حضرت ابن عباس نے متوفیک کی تفسیر ممیتک کی ہے یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں ؛

۳ - حضرت امام بخاری نے اس تفسیر کو اپنی صحیح میں لیا ہے
۴ - حضرت امام مالک رح جو مسلمانوں کے چار اماموں میں سے ایک امام ہیں - فرماتے ہیں کہ عیسےٰ مرگیا - قال مالک مات عیسی ابن مریم
۵ - امام ابن حزم نے بھی اپنا یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے ؂
۶ - حضرت ابن عربی بھی اسی کے قائل ہیں - اور فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا نزول ایک اور جسم میں ہوگا - یعنی ظلی مماثلت کے ساتھ
۷ - اسی طرح دیگر صوفیاء - اور علماء نے کئی جگہ لکھا ہے اور کئی اولیاء کی گواہی اس پر ہے ؂
۸ - خود ہمارے اس زمانہ میں ہر مسجد میں یہ خطبہ ہوا کرتا تھا

عیسےٰ کہاں موئے کہاں اس بات کا ہے سب کو غم

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے بعد خدا جانے یہ خطبے کہاں غائب ہوگئے ؂

## اکابر مفسرین قرآن اور وفات مسیحؑ

اس کے بعد تفاسیر کی پڑتال شروع ہوئی - اور باوجود ہر قسم کے رطب ویابس کے قریباً ہر تفسیر میں وفات مسیح کا استدلال بھی مذکورہ بالا آیات کے نیچے مندرج پایا گیا - اگرچہ فیج اعوج میں حیات مسیح کا غلط مسئلہ بھی داخل عقائد ہوگیا تھا - مگر کسی مفسر کو اس بات سے بھی چارہ نہ تھا - کہ وُہ عقیدۂ حیات کے ساتھ عقیدۂ وفات کو بھی اپنی تفسیر میں درج کرے - کیونکہ قرآن اور لغت اس کو مجبور کرتے تھے - کہ ایسا کرے - چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے - کہ متوفیک کے معنے موت طبعی کے ہیں - تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے توفی سے مراد موت ہی ہے - اور دُرِ منثور میں بھی متوفیک کے معنے ممیتک بیان کئے ہیں - اور کشاف والے نے تو حد کردی - کہ متوفیک کے معنے لکھے ہیں - کہ ممیتک حتف انفک یعنی جان ہی نکال لوں گا - غرض اسی طرح اکثر تفسیر والوں نے توفی کے معنے موت - اور نیز حیات مسیح کے مقابل ایک عقیدہ وفات مسیح کا بھی ذکر کیا ہے ؂

## اناجیل

اسی طرح حضور علیہ السلام نے اسی مسئلہ کی بابت اناجیل کی طرف رُخ کیا - اور یہ ثابت کیا - کہ ان کے بیان سے صاف واضح ہے کہ مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں اگرچہ صلیب پر لٹکائے گئے - مگر زندہ ہی اس سے اُتار لئے گئے - اور پھر چھپ کر اس ملک سے نکل گئے نہ اس وقت مصلوب ہوکر مرے - نہ آسمان پر چڑھے - بلکہ آگے چل کر دیگر قرائن سے معلوم ہوگا - کہ لمبی عمر پاکر ایک دوسرے ملک میں انکی وفات ہوئی اناجیل سے ثابت ہے - کہ مسیح کو یہودیوں کے پراپیگنڈا نے پکڑوا دیا - پلاطوس اور اس کی بیوی اندرونی طور پر مسیح کو بے قصور سمجھتے تھے - اور ان کے مددگار رہے - مگر یہود کے غل مچانے سے انکو صلیب پر چڑھا دیا - صلیب پھانسی کو نہیں کہتے - بلکہ ✝ اس شکل کی ایک بڑی لکڑی ہوتی ہے - جس میں مجرم کو چار کیلوں سے ٹھونک دیتے تھے - لیکن یہ کیلیں دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیروں میں ٹھونکی جاتی تھیں اور مصلوب کئی روز کے بعد بھوکا پیاسا رہ کر مرجاتا تھا - سو مسیح کو جمعہ کے دن تیسرے پہر صلیب پر ٹھونکا گیا - ان کے ساتھ دو اور چوروں کو بھی صلیب دی گئی - شام کو غروب آفتاب کے وقت سبت کے دن عید فسح شروع ہونے والی تھی - اس لئے کسی مصلوب کو صلیب پر رہنے کی اجازت نہ تھی - چنانچہ چند گھنٹے کے بعد یہ تینوں شخص اتار لئے گئے - سخت آندھی اس وقت چل رہی تھی - سب یہود آندھی کی وجہ سے چلے گئے تھے - سپاہیوں اور مسیح کے مریدوں نے سازش کرکے ان کو تو کہدیا کہ یہ مرگئے - حالانکہ بے ہوشی تھی - باقی دو چوروں کو ہڈیاں توڑ کر قتل کردیا پھر مسیح کو ایک غار میں رکھ دیا گیا - اور ان کا علاج ہوتا رہا - جب ذرا چلنے پھرنے کے قابل ہوئے - تو وہاں سے چل دیئے - اور کئی لوگوں کو ملے - اُن کو اپنے زخم دکھائے - اور راز مخفی رکھنے کی تاکید کی - جب پلے سفر کی طاقت ہوئی - اور زخم مندمل ہونے لگے - تو اس ملک سے دوسرے ملک کا رُخ کردیا - مریدوں نے عوام الناس یہود کا اشتباہ مٹانے کو کہدیا - کہ مسیح تو مرگیا - اور اپنی جماعت کے لوگوں میں مشتہر کردیا - کہ وُہ آسمان پر چلا گیا - غرض یہ سب کارروائی دشمنوں سے مخفی رہنے کی تھی خود مسیح نے بھی یہی کہا تھا - کہ یہ لوگ معجزہ مانگتے ہیں - مگر یونس نبی کے معجزہ کے سوا ان کو کوئی اور معجزہ نہیں دکھایا جائے گا - سو اسی فرمودہ کے مطابق وُہ زمین کے پیٹ میں تین دن بے ہوش اور بیمار رہ کر زندہ ہی نکل آئے جیسے کہ داخل بھی زندہ ہی ہوئے تھے ؂

اسی طرح مسیح نے فرمایا تھا - میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں - پس ضرور تھا - کہ علاوہ ان دو قوموں کے جو فلسطین میں آباد تھیں - باقی دس قوموں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں بھی تبلیغ کرتے جس کے لئے خدا نے ان کو مقرر کیا تھا - اور وُہ اسی صورت سے ہوسکتا تھا - جب وُہ ایران - افغانستان - کشمیر وغیرہ ملکوں میں جہاں وُہ کھوئی ہوئی ۱۰ - قومیں آباد تھیں - جاتے - اور ان میں ~~رہتے~~ - اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دیتے ؂

## روایات یہود

اسی طرح روایات یہود سے ثابت کیا - کہ گو یہودیوں نے مسیح کو صلیب پر ٹھونک تو دیا - مگر سخت آندھی کے باعث وُہ ادھر اُدھر بھاگ گئے - اور سبت اور عید فسح کی وجہ سے پھر وُہ کوئی مداخلت نہیں کرسکے اور ان کو معلوم ہی نہیں ہوا - کہ مسیح کا کیا حشر ہوا ؂

اسی طرح تورات میں مسیح کے آنے کی نشانی لکھی تھی - کہ اس کے آنے سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ آسمان سے آئے گا - جب مسیح ناصری نے دعوے کیا - تو یہود نے ان سے پوچھا - کہ اگر تو مسیح ہے - تو تیرے آنے سے پہلے ایلیا کا اُترنا ضروری ہے - وُہ کہاں ہے - اس پر مسیح نے یحییٰ نبی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا - یہی وُہ ایلیا ہے - چاہو تو قبول کرو اس جواب سے بھی مسیح نے ایک قطعی فیصلہ دے دیا - کہ میرے جیسا قصہ پہلے بھی گزر چکا ہے - مگر ایلیا کے آسمان پر جانے سے مراد اُس کا مرنا ہے اور اس کی خو بُو پر ایک مثیل یوحنا یا یحییٰ آگیا - اسے قبول کرو - اسی طرح بعینہٖ خود مسیح کا قصہ ہے - اس کے رفع کے معنے بھی یہی ہیں - کہ روحانی رفع ہوا - اور وُہ طبعی موت سے ایلیا کی طرح فوت ہوئے اور جوان کے نام پر آئے گا - وُہ ان کا مثیل ہوگا - نہ کہ خود مسیح ناصری اور یہ تمام پیشگوئی اور اس کا حل ملاکی نبی کی کتاب اور انجیلوں میں اس وقت بھی موجود ہے - جو چاہے دیکھ لے ؂



## مرہم عیسیٰ

اسی ضمن میں تحقیقات کرتے کرتے یہ بھی پتہ ملا - کہ ایک دوا جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے - طب کی کتابوں میں مذکور ہے - اس پر کثرت سے پُرانی طب کی کتابوں کا مطالعہ کیا گیا - اور معلوم ہوا - کہ ایک دو نہیں بلکہ صدہا کتابوں میں یہ نسخہ درج ہے - اور یہ کتابیں صرف مسلمانوں ہی کی کتابیں نہیں - بلکہ عیسائیوں - یہودیوں اور مجوسیوں کی تصنیف کردہ بھی ہیں - اور بعض ان میں سے بہت قدیم زمانہ کی ہیں - اور سب نے یہی لکھا ہے - کہ یہ نسخہ حضرت مسیح کے لئے ان کے حواریوں نے تیار کیا تھا - اور نسخہ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے - کہ اس کے اجزا چوٹوں اور زخموں کے لئے نہایت مفید ہیں - اور یہ بھی پایا گیا - کہ اس نسخہ کا دوسرا نام مرہم حواریین یا مرہم شلیخا بھی ہے (شلیخا کے معنے یونانی میں ۱۲ - کے ہیں - یعنی جسے ۱۲ - حواریوں نے ۱۲ - دوائیں ملاکر تیار کیا) پس یہ امر صاف ثابت ہے - کہ مرہم صلیب کے زخموں کے علاج کے لئے ہی تیار کی گئی تھی ؂

پس یہ ایک عظیم الشان حربہ تھا - جو مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ریسرچ کے نتیجہ میں پایا - اور ان تمام امُور سے وُہ روشنی دنیا کو حاصل ہوئی جس سے صلیبی واقعات آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہوگئے اور وُہ پردے شکوک وشبہات کے جواب تک اہل کتاب اور اہل اسلام کی آنکھوں پر مسیح کے حالات کے متعلق پڑے تھے - بالکل پھٹ گئے - اور صلیب کی اصل حقیقت کھُل کر کسر صلیب یعنی صلیبی اعتقاد کا خاتمہ ہوگیا ؂

## وفات مسیح کے اصلی معنے

جہاں اس بات کو بھی اچھی طرح دل میں بیٹھا لینا چاہیئے - کہ "وفات مسیح" سے صرف یہی مراد نہیں - کہ مسیح مرگیا - یا مرجائے گا کیونکہ ایسا تو یہودی اور عیسائی بھی مانتے ہیں - اور غیراحمدی مسلمان بھی کہتے ہیں - کہ وُہ دوبارہ دُنیا میں آکر فوت ہو جائے گا - بلکہ "وفات مسیح" سے اصل مراد یہ ہے - کہ مسیح علیہ السلام نہ قتل کئے گئے - نہ صلیب پر فوت ہوئے - نہ دوبارہ آکر فوت ہونگے - نہ زندہ آسمان پر ہیں - بلکہ اصلیت یہ ہے - کہ وُہ اپنی زندگی کو پُورا کرکے طبعی موت سے فوت ہوکر زمین میں ہی دفن ہوگئے - اور پھر قیامت میں ہی اٹھیں گے ؂

## علم تاریخ وجغرافیہ وعلم زبان وغیرہ

ان علُوم کی مدد سے معلوم کیا - کہ بنی اسرائیل کے پراگندہ قبائل کس کس ملک میں آباد تھے - تاکہ معلوم ہو - کہ مسیح علیہ السلام بھی وہیں ہی گئے

چنانچہ کئی شہروں اور پہاڑوں وغیرہ کے ناموں سے جو بلوچستان افغانستان۔ سرحد ہندوستان اور کشمیر میں واقع ہیں۔ یہ ثابت کیا۔ کہ یہ نام عبرانی ہیں۔ اور بعینہٖ انہی ناموں کے شہر فلسطین میں موجود ہیں۔ اور کشمیری اور پٹھان دراصل یہودی قومیں ہیں۔ ان لوگوں کا کالب ولہجہ زبان خط و خال عادات اور قومی روایات یہودیوں سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ سو مسیح نصیبین۔ فارس۔ افغانستان وغیرہ ممالک میں سے گذرتے ہوئے۔ آخر کشمیر جنت نظیر میں جا پہنچے یہیں اقامت اختیار کر لی۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت واٰویناھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین۔ بھی اس پر شاہد نکل آئی۔

## قبر کی نشاندہی

پھر حضور نے اس مضمون کو یہیں تک نہیں چھوڑا۔ بلکہ مسیح کے مدفن اور اس کی قبر کو بھی دکھا دیا۔ جو سری نگر محلہ خانیار میں واقع ہے۔ اس قبر کا وجود فرضی طور پر نہیں۔ بلکہ روایۃً اور درایۃً ہر طرح ثابت کر دیا۔ کہ یہ قبر جو عیسیٰ نبی یا یوز آسف نبی یا شہزادہ نبی کی قبر کہلاتی ہے۔ مسیح ناصری کے سوا کسی اور کی قبر نہیں اور اس قدر شہادات اس پر فراہم کر لیں۔ کہ ایک محقق کو سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔

## حیات مسیح کے دلائل پر تحقیقات

حضور علیہ السلام نے جہاں وفات مسیح کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ وہاں پھر اسباب کی بھی خوب تحقیق و تفتیش کی ہے۔ کہ حیات مسیح پر جو دلائل و آیات پیش کی جاتی ہے۔ وہ کہاں تک وزن رکھتی ہیں۔ اس ضمن میں

(۱) وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم بل رفعہ اللہ الیہ کے اصلی معنے ظاہر کئے۔ کہ یہاں قتل اور صلیب کی موت کا انکار ہے۔ نہ کہ طبعی موت کا۔ پھر انجیل سے ان کے وہ شبہ والے حالات بتائے۔ پھر رفع کے لفظ کی قرآن مجید اور حدیث اور لغت عرب سے خوب تحقیق کر کے ثابت کر دیا کہ رفع کے معنے ان مقامات میں ہمیشہ رفع روحانی کے ہوتے ہیں مسیح کو صلیب دینا بھی تو رفع روحانی کے روکنے اور ان کو ملعون بنانے کے لئے تھا۔ نیز یہ کہ خدا تعالیٰ کی طرف رفع کے معنے جسمانی طور پر بلندی کے لئے ہی نہیں جا سکتے۔ کیونکہ وہ جسم اور جہت سے پاک ہے۔ اس کی طرف کسی کا رفع ہونا یہی معنے رکھتا ہے کہ وہ شخص مقرب درگاہ ہو گیا۔ نہ کہ لعنتی مردود جیسا یہود اور نصاریٰ مسیح کے بارہ میں اعتقاد رکھتے ہیں۔

(۲) ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ میں موتہ کی ضمیر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قطعی طور پر ہونا باطل ثابت کر دیا۔ کیونکہ دوسری قرأت موتھم کی موجود ہے۔ اور ہر اہل کتاب کا مومن ہو جانا۔ نص صریح قرآن وأغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ اور ایسی ہی دوسری آیات کے بالکل برخلاف ہے اور اسی طرح کئی اور قرائن اس کی غلطی پر قائم کئے۔ اور صحیح معنے کئی تفاسیر سے بھی پیش کئے۔ کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف ہی ہو سکتی ہے۔ نہ کہ مسیح کی طرف

(۳) وانہ لعلم للساعۃ کے معنی کو استدلال اور سیاق و سباق اور تفاسیر سے ثابت کر دیا۔ کہ اس کی ضمیر بھی مسیح کی طرف نہیں پھرتی۔ بلکہ خود قرآن مجید کی طرف پھرتی ہے۔ اور ایسا ہی مفسرین نے بھی لکھا ہے۔

(۴) کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم الحدیث اس میں نزول کے لفظ کی تحقیق قرآن حدیث اور لغت عرب سے کر کے ثابت کر دیا۔ کہ نزول کے معنے صرف تشریف لانے کے ہیں۔ نہ کہ آسمان سے اترنے کے۔ کیونکہ قرآن مجید کہتا ہے۔ کہ لوہا اللہ نے نازل کیا۔ تمہارا لباس بھی اللہ نے نازل کیا۔ اسی طرح عربی میں نزیل مسافر کو اور منزل ٹھہرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ غرض یہ ایک بڑی وسیع بحث اور تحقیق ہے۔ جو اپنی کتابوں میں کی ہے۔

## عدم رجوع موتیٰ

اس کے ساتھ ہی عدم رجوع موتیٰ پر نقلی اور عقلی دلائل مہیا کئے۔ اور ۱۹۰۰ سال کے بعد اس مسئلہ وفات مسیح کو ایسا صاف کیا۔ کہ دشمن بھی اس بحث میں پڑنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور بعض تو صاف اس کے اقراری ہو گئے ہیں۔

## اللھم صل علی عبدک المسیح الموعود

بالآخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے مخالف بھی دیکھیں۔ کہ اس ایک مسئلہ کی تحقیقات علمی اور عقلی اور نقلی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس قدر مسلسل محنت اور دماغ سوزی کی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر اس سے نصف تحقیقات بھی ایک یورپین مورخ پیش کرتا۔ تو سارا ملک اس کے پاؤں دھو دھو کر پیتا حضور علیہ السلام کے محاسن اور کمالات پر جس قدر نظر کرو۔ اسی قدر آپ کا وجود ہر رنگ میں معجز از معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے اس ایک ہی مسئلہ میں ریسرچ اور تحقیقات علمی کا وہ نمونہ دکھایا ہے جو مخالفوں کو سرنگوں اور موافقوں کو علمی تحریص دینے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔

اس موقعہ پر میں اپنے نوجوان علم پسند دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ بھی سلسلہ کے وقار اور اپنے آقائے نامدار کی اتباع کے لئے ریسرچ ورک پر زور دیں۔ ہزاروں مضامین ایسے ہیں یا مخالفین کے اعتراضات کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہیں کہ وہ دوبارہ نئے رنگ میں تحقیقات کے محتاج ہیں۔ اور ان پر ابھی کافی روشنی پڑنے کی ضرورت ہے۔ تاریخ اسلام۔ قرآن حدیث۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اسلام کے بہت سے اصول و فروع۔ ہمارے مختلف اہم تمدنی اور معاشرتی مسائل۔ خود سلسلہ احمدیہ کی تاریخ اور اس کے بانی کے حالات اور بہت سے دعوے اور بیان جو حضور علیہ السلام نے کئے ہیں۔ غرض ایک بڑا سلسلہ ایسے مضامین کا تشنہ تحقیقات ہے جن پر محنت کرنا موجب ثواب اور مخلوق کے لئے نافع ہوگا۔ خدا کرے۔ کہ ہمارے نوجوانوں کو اس طرف توجہ ہو اور وہ اپنے مقتدا کے نقش قدم پر چل کر دنیا کیلئے نمونہ اور خدا کی نظر میں مکرم بنیں۔ اللھم صل علی عبدک المسیح الموعود

# وفات مسیح ناصری کے متعلق اہلبیت رسول اللہ کی شہادت

(از جناب مولوی قمر الدین صاحب مولوی فاضل)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ بذریعہ تحریر و تقریر اس قدر واضح ہو چکا ہے کہ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تاہم جب تک قائلین حیات مسیح کا وجود باقی ہے۔ حسب ارشاد ولقد صرّفنا اور ذکّر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین نئے پیرایہ اور بطور تذکیر اس مسئلہ کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "یاد رہے۔ کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں۔ تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں۔ تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے۔ اس کو سوچو" (تحفہ گولڑویہ ایڈیشن دوم حاشیہ ۲۶)

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی زندگی صرف ان معنوں میں تسلیم کی جا سکتی ہے جن معنوں میں دیگر انبیاء کی۔ اور جس کی رو سے ہمارے سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی نسبت اعلیٰ درجہ کی زندگی حاصل ہے۔ آپکی وفات قرآن و حدیث سے ثابت اور عقل و نقل سے مبرہن ہے۔ ایک طالب حق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے اپنی تسلی کر سکتا ہے اس چھوٹے سے مضمون کے ذریعہ میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کی شہادت حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کے متعلق پیش کروں۔ تاکہ اہلبیت کے شیدائی اس غلط عقیدہ سے رجوع کر کے موجودہ زمانہ کے امام کی شناخت کریں۔ آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ (آل عمران رکوع ۹) کی تفسیر میں لکھا ہے عن علی بن ابی طالب قال لم یبعث اللہ عزوجل نبیاً آدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد (صلعم) لئن بعث وھو حیّ لیؤمننّ بہ ولینصرنہ (تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۳۶) حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا۔ مگر اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ عہد لیا۔ کہ اگر نبی کریم اس کی زندگی میں مبعوث ہوں۔ تو وہ آپ پر ایمان لائے اور آپکی مدد کرے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے (بزعم غیر احمدیاں) مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مدد نہ کی اب یا تو حضرت عیسیٰ نے اس عہد کو پورا نہ کیا۔ یا وہ زندہ ہی نہ تھے۔ پہلی صورت محال ہے کیونکہ اس سے ان پر سخت الزام وارد ہوتا ہے۔ فتعین الثانی وھو المطلوب اور حضرت علیؓ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ انکا ایک شعر ہے۔

کان النبی ولم یخلد لامتہ۔ لو خلد اللہ خلقاً قبلہ خلد

(حرف الواو دیوان صفحہ ۱۷)

# مسئلہ وفات مسیح ناصریؑ

کے متعلق

# چند مفید باتیں

(از جناب ملک عبد الرحمان صاحب خادم بی - اے - گجراتی)

خدا تعالیٰ کی طرف سے جن اہم ترین امور کی سرانجام دہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہوئی تھی۔ مسئلہ وفات مسیحؑ کی حیثیت ان میں بالکل نمایاں ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے ولا الضالّین کے چند الفاظ میں اس مسئلہ کی آخری زمانہ میں ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا۔ تو دوسری طرف تیس کے قریب آیات میں حضرت مسیحؑ کی وفات کی خبر دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام کی مشکلات میں بہت حد تک آسانی بہم پہنچائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "یکسر الصلیب" فرما کر امت محمدیہ کو مندرجہ ذیل تین امور کی طرف توجہ دلائی ہے:۔

(۱) مسیح موعود کی آمد کے وقت عیسائیت عروج پر ہوگی۔ اور اس سے اسلام کو زیادہ خطرہ ہوگا۔

(۲) عیسائیت کی ترقی۔ قیام اور بقار کا تمام تر انحصار مسیح کے صلیب پر مرنے پھر زندہ ہو جانے۔ اور زندہ رہنے کے مسئلہ پر ہوگا۔

(۳) مسیح موعود آکر واقعہ صلیب کی اصل حقیقت بتا کر دین عیسائیت کا ابطال کرے گا۔

چنانچہ عینی شرح بخاری میں، اس حدیث کے نیچے شارح نے حدیث مذکور کے الہامی معنی اَیْ یُبْطِلُ دِیْنَ النَّصَارٰی لکھے ہیں یعنی مسیح موعود دین عیسوئیت کا ابطال کرے گا۔

(دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۴ مطبوعہ مصر)

## حضرت مسیح موعودؑ کا صدق آزمانے کا معیار

پس مسئلہ "وفات مسیح" کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو اپنی آمد کی اوّلین اغراض میں سے قرار دیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور تحریر فرماتے ہیں۔ "یاد رہے۔ کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں۔ تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں۔ تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے"۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۶۶ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس مشن میں کامیاب ہوئے یا نہ ؟ اس کا صحیح اور بہترین جواب غیر احمدی مولوی صاحبان کی وہ قابل رحم حالت ہے جس کا اظہار وہ اس وقت کرتے ہیں۔ جب انہیں مسئلہ وفات مسیح پر بحث کرنے کے لئے کہا جائے وفات مسیح کا مسئلہ اب اس صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ عوام تو الگ رہے۔ وہ غیر احمدی مولوی بھی جو آج سے چالیس سال قبل علمبردار ان حیات مسیحؑ تھے۔ آج علم معدی کے آگے اپنے جھنڈے سرنگوں کر چکے ہیں۔ اور حتی الامکان اس مسئلہ پر بحث نہیں کرتے۔ یہ کھلی ہوئی صداقت اور ناقابل نظر اندازی واقعیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور کامیابی پر زبردست گواہ ہے۔

## بل ابطالیہ

یوں تو حیات عیسیٰ علیہ السلام کی تائید میں مخالف مولویوں کے پاس کوئی بھی معقول دلیل نہیں۔ البتہ بعض آیات قرآنیہ کا غلط مفہوم بیان کر کے عوام کالانعام کو بہکانے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ وہ بل رفعہ اللہ الیہ ہے۔ وہ بل کو ابطالیہ قرار دیتے ہیں۔ اور اسے اپنے جملہ ماقبل کی نفی اور جملہ مابعد کے اثبات کے لئے سمجھ کر اس سے رفع الی السماء مع جسد عنصری مراد لیتے ہیں۔ اس کے جواب کے لئے مختصر طور پر مندرجہ ذیل حوالجات یاد رکھنے چاہئیں:۔

(۱) قَالَ السیوطی بَعْدَ اَنْ نَقَلَ غَیْرَ ذَالِكَ اَیْضاً فَهٰذِهِ النُّقُوْلُ مُتَضَافِرَةٌ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ مَالِكٍ مِنْ عَدَمِ وُقُوْعِ الْاِضْرَابِ الْاِبْطَالِی فِی الْقُرْاٰنِ۔

(القصر المبنی جلد ۱ صفحہ ۵۸۲)

کہ سیوطی نے بہت سی مثالیں نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ ان مثالوں سے ابن مالک کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں بل ابطالیہ واقع ہی نہیں ہوتا۔

(۲) فَاِنَّ الَّذِیْ قَرَّرَهُ النَّاسُ فِی اِضْرَابِ الْاِبْطَالِ اَنَّهُ الْوَاقِعُ بَعْدَ غَلَطٍ اَوْ نِسْیَانٍ اَوْ تَبَدُّلِ رَاْیٍ وَ الْقُرْاٰنُ مُنَزَّهٌ عَنْ ذَالِكَ۔ (القصر المبنی جلد ۱ صفحہ ۵۸۲)

کہ قرآن مجید میں "بل ابطالیہ" واقع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے۔ نحویوں کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ اضراب ابطالی۔ صرف غلطی۔ نسیان یا تبدیلی رائے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ مگر قرآن ان تینوں سے پاک ہے۔

پس ان ہر دو حوالوں سے ثابت ہوا۔ کہ قرآن مجید میں "بل ابطالیہ" واقع نہیں ہوتا۔ اور ابن مالک کے قول اِنَّ الْبَاطِلَ لَا یَقَعُ فِی الْقُرْاٰنِ (کہ چونکہ قرآن میں باطل واقع نہیں ہو سکتا لہٰذا ابطال بھی قرآن میں وارد نہیں ہوتا) کی تفسیر کرتے ہوئے خاتمۃ المحققین الشیخ محمد الامیر نے حاشیہ مغنی اللبیب صفحہ ۹۵ حاشیہ پر فرمایا ہے۔ مَحَلُّهُ اِنْ لَّمْ یَحْکِ۔ کہ ابن مالک کے مندرجہ بالا قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے اپنے کلام میں تو بل ابطالیہ نہیں ہو سکتا۔ مگر جب خدا تعالیٰ کسی غیر کا قول حکایتاً نقل کرے۔ تو اس کے بعد بل ابطالیہ آ سکتا ہے۔ جیسا کہ قَالُوْا شَاعِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ میں ہے۔

آیت زیر بحث مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ تمام کا تمام اصالتاً خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ کسی غیر کے قول کی حکایت نہیں۔ لہٰذا نحویوں کے مندرجہ بالا فیصلہ کے مطابق آیت مذکورہ میں "بل" اضرابیہ ابطالیہ نہیں ہو سکتا۔

## رفع کے متعلق چیلنج

لفظ "رفع" کے معنی زندہ بجسد العنصری آسمان پر اٹھایا جانا نہیں ہو سکتے کیونکہ لغت عرب میں جب "رفع" کا فعل خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو۔ اور مرفوع کوئی ذی روح ہو تو اس سے مراد زندہ بجسد العنصری آسمان پر اٹھایا جانا نہیں ہوتا۔ بلکہ درجات کی بلندی مقصود ہوتی ہے۔ جیسا کہ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَکَانًا عَلِیًّا (مریم ع ۴) سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے خود فرمایا ہے۔ کہ جب مومنوں اور اہل علم کے متعلق خدا تعالیٰ رفع کا لفظ استعمال فرمائے۔ اس سے مراد بلندی درجات ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو یرفع اللّٰہ الخ (الخ)

غیر احمدی علماء کو ہمارا دیرینہ چیلنج ہے۔ کہ وہ مندرجہ صورت میں لفظ رفع کو آسمان پر زندہ مع جسم عنصری اٹھائے جانے ثابت کر دیں۔ مگر آج تک صدائے برنخواست ہے۔

## نزول کے متعلق چیلنج

غیر احمدی علماء لفظ نزول کو بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ لغت عرب میں لفظ نزول

حاشیہ ما خمر رفعت الی سدرۃ المنتہیٰ والی حدیث ان جگہ پیش نہیں کی جا سکتی کیونکہ اول تو وہاں فاعل مذکور نہیں۔ دوم وہ معراج کے متعلق ہے۔ اس کا مع جسد عنصری ہونا خود متنازعہ فیہ ہے۔ (خادم)

(جب تک اس کے ساتھ آسمان یا زمین کا لفظ نہ ہو) آسمان پر سے اترنے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ مبعوث ہونے کے معنے میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وانزلنا الحدید (الحدید ع ۲) کہ ہم نے لوہا نازل کیا۔ اسی طرح قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی نزول کا لفظ آیا ہے۔ (پ ۲۸ ع ۲) حدیث میں دجال کے لئے بھی نزول کا لفظ مستعمل ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۴۹ و صفحہ ۲۵۰) پھر اس کے معنے آسمان پر سے اترنے کے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ لفظ نزول کے متعلق بھی غیر احمدی علماء کو ہماری طرف سے کھلا چیلنج ہے کہ وہ ثابت کریں کہ لفظ نزول بغیر قرینہ صارفہ کے نزول من السماء الی الارض کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔

## توفّی کے متعلق چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے وفات عیسٰی علیہ السلام کے اثبات کے لئے جس آیت کو بطور نص صریح پیش فرمایا ہے۔ وہ "فلمّا توفّیتنی" ہے۔ اس کے بالمقابل غیر احمدی علماء لاجواب ہو کر بہت تلملاتے۔ اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اور کچھ جواب بن نہیں پڑتا۔ تو یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ توفّیتنی سے مراد نیند ہے جیسا کہ مباحثہ سیالکوٹ میں غیر احمدی مناظر نے جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس مجاہد شام کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس کے جواب کے لئے اول تو حضرت ابن عباسؓ کا قول (مندرجہ بخاری کتاب التفسیر سورۃ مائدہ) متوفّیک ممیتک کافی ہے۔ کہ توفّی سے مراد موت ہے نہ کہ نیند۔ نیز نیند والے خیال کی تردید بخاری کی یہ حدیث بھی کرتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اپنے بعض صحابہؓ کو جہنم کی طرف لے جایا جاتا دیکھ کر فرمائیں گے۔ یہ تو میرے صحابی ہیں۔ تو جواب میں جب یہ بتایا جائے گا۔ کہ یہ حضورؐ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ تو حضور فرماتے ہیں۔ فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدًا ما دمت فیہم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیہم (بخاری کتاب التفسیر) کہ میں بھی خدا کے نیک بندے عیسٰی کی طرح کہوں گا۔ میں ان پر نگران رہا جب تک کہ ان میں تھا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔ کیا بعض صحابہ کا ارتداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا تھا۔ یا سو جانے کے بعد؟ نیز توفّی کے باب تفعّل خدا تعالیٰ کے فاعل۔ اور کسی ذی روح کے مفعول ہونے کی صورت میں بجز موت اور کوئی معنے نہیں ہوتے۔ بشرطیکہ قرینہ مقام یا لیل کا نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے (ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۹ طبع اول) پر ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیا ہے۔ مگر آج تک کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

## آسان طریق فیصلہ

غیر احمدی علماء سے میں پوچھتا ہوں۔ کہ وہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) اسحاقؑ (علیہ السلام) موسٰی (علیہ السلام) ہارون (علیہ السلام) ادریس (علیہ السلام) لوط (علیہ السلام) یونس (علیہ السلام) صالح (علیہ السلام) اور حضرت نوح علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہیں۔ یا زندہ بجسدہ العنصری؟ اگر وہ ان تمام انبیاء کو وفات یافتہ مانتے ہیں۔ تو بتائیں۔ کہ ان کے پاس قرآن مجید اور احادیث نبوی میں سے کونسی دلیل ان انبیاء کی وفات ثابت کرنے کے لئے ہے؟ ہماری طرف سے ان کو کھلا چیلنج ہے۔ کہ وہ ان انبیاء کی وفات قرآن مجید اور احادیث سے ثابت کریں۔ وہ جس طریق اور جس دلیل سے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ان کی وفات ثابت کریں گے۔ جنیہ اسی طریق اور اسی طرز استدلال سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت انشاء اللہ اس سے احسن طریق پر ہم ثابت کر دیں گے!

ہمیں یقین ہے۔ کہ اگر غیر احمدی علماء اس طریق فیصلہ پر آئے تو نہایت جلد صداقت واضح ہو جائے گی۔ اور حق۔ حق۔ اور باطل۔ باطل ہو کر رہ جائیگا۔

# حضرت مسیح کا جسمانی نزول ایمان بالغیب کے خلاف ہے

(از جناب مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل)

مذہب انسان کو مادیات اور سفلیات سے بلند ایک حقیقت بالا پر پہنچاتا ہے۔ اور مذہبی طور پر وہی ایمان اور اعتقاد قابل قدر ہوتا ہے۔ جو مخالف حالات اور باریک بینی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایمان مشہودات اور محسوسات کے ماننے کا نام نہیں۔ بلکہ ان سے اوپر اور پس پردہ صداقت پر یقین لانے کا نام ہے۔ سورج اور چاند کو ماننا اصطلاحاً ایمان نہیں کہلائے گا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی اجر مترتب ہوگا۔

اجر اور ثواب کا انحصار مجاہدہ پر ہوتا ہے۔ اور جب کسی بات کے ماننے میں مجاہدہ عملی یا اعتقادی باقی نہ رہے۔ تو وہ درحقیقت ایمانیات میں شامل نہیں ہوتی۔ فرعون مصر نے غرق ہوتے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا۔ مگر وہ ایمان مقبول بارگاہ خداوندی نہ ہوا خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

"ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملائکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض ایات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسًا ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرًا" قل انتظروا انا منتظرون (انعام ع ۲۰)

کفار یہی چاہتے ہیں۔ کہ ان کے پاس فرشتے یا خدا آجائے یا پھر عذاب وغیرہ آئے۔ فرمایا جس دن تیرے رب کے بعض نشان آئیں گے۔ اس وقت ان لوگوں کے لئے کوئی نفع نہ ہوگا جو ایماندار نہ تھے۔ یا نیکوکار نہ تھے۔ اے نبی کہہ دے۔ کہ تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ کہ ایمان اسی حالت میں مقبول یا نفع رساں ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ اخفاء کا پردہ باقی ہو۔ اسی مفہوم کو سورۃ بقرہ کے ابتداء میں متقی کی تعریف میں یوں ذکر فرمایا ہے۔ الذین یؤمنون بالغیب کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تو اس اذعان اور یقین کا نام ہے۔ جس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ نہیں۔ لیکن یہ اسی وقت تک خوبصورت اور موجب ثواب ہے۔ جب تک کہ غیب سے متعلق ہو۔ اور یہی متقی کی خوبی ہے۔

الغرض قرآن مجید نے ایمان کا مقام ایک بلند مقام قرار دیا ہے۔ اور اسے غیب کے پردوں کے درمیان بتلایا ہے۔ چنانچہ سب ایمانیات غیب کا ہی حکم رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ قیامت فرشتے کتابیں اور نبی سب الغیب میں شامل ہیں۔ نبی اگرچہ بلحاظ جسم نظر آتا ہے۔ لیکن اس انسان کی رسالت اور نبوت یقیناً غیب کی بات ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ کوتاہ بین لوگ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ان ھذا الا بشر مثلنا پکار اٹھتے ہیں اور اس کی رسالت سے منکر ہو بیٹھتے ہیں۔

اس اصول ایمان کے جاننے کے بعد جب ہم حیات مسیح کے قائلین کے اس بیان پر غور کرتے ہیں۔ کہ مسیح ابن مریم اس اس خاکی جسم کے ساتھ۔ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے زرد رنگ کی چادریں پہنے ایک خاص مقام پر آسمان سے اتریں گے فرشتے آوازیں دیں گے۔ کہ یہ سچا مامور ہے۔ کافر اس کے سانس سے مر جائیں گے۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور پرندے پیدا کرے گا۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔ تو ہم یہ کہنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ پھر تو ایمان بالغیب کا کوئی مقام باقی نہ رہ جائے گا۔ کیونکہ اگر آسمان میں چکر لگانے والے سورج پر ایمان درحقیقت ایمان نہیں۔ تو آسمان سے اترنے والے انسان کو ماننے سے انسان کیونکر یؤمنون بالغیب کا مصداق بن سکتا ہے؟

ہمارے مسلمان دوست اس حقیقت پر جس قدر غور کریں گے انہیں صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ عقیدہ تو اسلام کی روح ایمان کے خلاف ہے۔ قرآن پاک کے مغز کے مخالف ہے بانیٔ اسلام علیہ السلام کی ہدایات کے صریح منافی ہے جب اصلیت یہ ہے تو پھر مسیح کو آسمان پر خاکی جسم سمیت زندہ ماننا بہت خطرناک غلطی ہے اور ان کے جسمانی نزول کی امید اس سے بھی خطرناک لغزش ہے۔

# علامہ ابو مسلم اصفہانی اور وفات مسیح ناصریؑ

(از جناب مولوی تاج الدین صاحب مولوی فاضل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان کیا۔ کہ تمام وہ انبیاء علیہم السلام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہوئے۔ فوت ہو چکے ہیں۔ علی الخصوص حضور نے حضرت مسیح ناصری کی وفات کے متعلق بڑی شدت اور بڑے زور کے ساتھ اصرار کیا جس کے زیادہ تر دو باعث تھے۔ ایک یہ کہ جب پیشگوئیوں کے مطابق عین وقت پر آپ نے مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو عام لوگوں نے آپ کے اس دعویٰ سے انکار کر دیا۔ اور کہدیا۔ کہ آنے والے کو تو آسمان سے آنا تھا۔ جو قریباً دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر موجود ہے۔ آپ کیسے مسیح موعودؑ ہو سکتے ہیں؟ اس صورت میں ضروری تھا۔ کہ حضور ان کے اس غلط اور بے بنیاد خیال کا استیصال کرتے۔ اور اس مسئلہ کی اصل حقیقت ان پر ظاہر کرتے۔

دوسرا باعث یہ تھا۔ کہ موجودہ زمانہ کے عیسائی مسیح کی زندگی کے عقیدہ سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔ بلکہ عیسائیت کی تائید اور اسلام کی تردید کے لئے کوئی سب سے بڑا اور کاری حربہ۔ اگر وہ مسلمانوں کے مقابلے میں استعمال کرتے تھے۔ تو وہ یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان مذہب اسلام کو ترک کر کے عیسائیت کے جال میں جا پھنسے۔ اور دراصل اگر مسیح کی مزعومہ اور نرالی زندگی تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر اسلام کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اسلام کی حیات مسیح کی وفات کے ساتھ وابستہ ہے۔

غرضیکہ ان دو وجوہات کی بناء پر حضور نے اِس مسئلہ پر زور دیا۔ اور بار بار اسے بیان کیا۔ اور حضور نے اپنے اس دعویٰ کو عقلی نقلی دلائل اور قرآن وحدیث سے ثابت کر دکھایا ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ ابتک بھی حضرت مسیحؑ کی زندگی کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ اور اس انتظار میں کہ حضرت مسیح آسمان سے اُترنے والا ہے۔ آسمان ہی کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اترنے والا اُترا اور دیکھنے والوں نے دیکھا۔ مگر افسوس کہ یہ غفلت ہی کے لحافوں میں پڑے سوتے رہے ؏

وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں اجماعؑ کے خلاف کیا ہے۔ حالانکہ اول تو اجماع کی حجیت۔ قطعیت اور شرعاً دلیل ہونے ہی میں علمائے محققین میں سلف سے خلف تک اختلاف چلا آتا ہے۔ بلکہ حضرت امام احمد بن حنبل نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ کہ جو اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ دوسرے حیات مسیح پر اجماع بجمیع شرائطہا کا کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کیا جاتا۔ بلکہ محض سینہ زوری سے اسے اجماعی مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔ تیسرے قرآن مجید اور احادیث کے مقابلہ میں بھلا کسی اجماع کو مانا جا سکتا ہے؟ چوتھے سرے سے یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ حیات مسیح پر اجماع ہو چکا ہے۔ بلکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ چنانچہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر سب سے پہلا اجماع جس امر پر ہوا۔ وہ وفات مسیح ہی کا مسئلہ تھا۔ (بخاری) اور پھر حضرت علیؓ کی وفات پر صحابہ اور تابعین کا اتفاق اور اجماع بھی اسی بات پر ہوا تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ وفات پا چکے ہیں (طبقات)

علاوہ ازیں کئی محقق علماء ہمیشہ سے ان کی وفات کی تصریح کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام مالک کے متعلق صاف لکھا ہے۔ کہ وہ مسیح کی وفات کے قائل تھے۔ (مجمع البحار۔ اکمال الکمال المعلم مکمل اکمال المعلم) ایسا ہی حضرت امام ابن حزم بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ (جلالین معہ کمالین) اور حضرت امام بخاری نے بھی مسیحؑ کے متعلق اماماکم منکم کہکر اور مسیح ناصری اور مسیح محمدیؐ کے حلیوں میں فرق بتا کر اور الگ الگ ظاہر کر کے صاف طور پر اپنا عقیدہ بیان کر دیا ہے۔ کہ آنیوالا مسیح اور ہے۔ اور مسیح ناصری اور۔ بلکہ متوفیک کے معنی بروایت حضرت ابن عباس ممیتک لکھ کر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کی حدیث فاقول کما قال العبد الصالح فلما توفیتنی الخ اپنی صحیح میں درج کر کے معاملہ ہی صاف کر دیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ پھر مندرجہ ذیل حوالے سے شیخ ابو مسلم اصفہانی کا مذہب بھی کہ جو بہت بڑے علامہ گزرے ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت اذ اخذ اللہ میثاق النبیین الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ظاہر الآیۃ یدل علی ان الذین اخذ اللہ المیثاق منہم یجب علیہم الایمان بمحمد صلعم عند مبعثہ وکل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یکونون عند مبعث محمد صلعم من زمرۃ الاموات والمیت لایکون مکلفا..... علمنا ان الذین اخذ المیثاق علیہم لیسوا ھم النبیین بل ھم امم النبیین (تفسیر ابو مسلم اصفہانی صفحہ ۳۹ مطبوعہ مطبعۃ البلاغ) یعنی آیت المیثاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جن سے خدا نے عہد لیا ہے۔ ان کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت چونکہ تمام انبیاء فوت شدہ اور زمرۂ اموات میں سے ہونگے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ وفات یافتہ مکلف نہیں ہو سکتا۔ لہذا جن سے عہد لیا ہے۔ وہ انبیاء نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کی اُمتیں مراد ہیں۔ اس میں

# وفات مسیح ناصری علیہ السلام

(از محترمہ سیدہ محمودہ خاتون صاحبہ منٹگمری)

وفات مسیح کا مسئلہ ایسا اہم مسئلہ ہے۔ کہ اس کے ماننے بغیر اسلام زندہ مذہب ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس مسئلہ کا بڑے زور سے انکار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہزارہا بندگان خدا تعالیٰ اور فرزندان توحید کی نعمت کو چھوڑ کر تثلیث پرستی کے گڑھے میں جا گرے۔ حالانکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اسی مسئلہ کو بین طور پر حل کر دیا ہے۔ میں مختصر طور پر قرآن کریم سے اس کا ثبوت پیش کرتی ہوں۔

اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم (آل عمران رکوع ۱۵)

اِس آیت کا شان نزول جنگ احد کی وہ افواہ ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے بارے میں اُڑی تھی۔ اور اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ نہیں محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مگر اللہ کے رسول اور گزر گئے ان سے پہلے سب رسول پس اگر یہ وفات پا جائیں۔ یا قتل کئے جائیں۔ تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ اس آیت میں بتلایا گیا ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے۔ اور آپؐ سے پہلے جو رسول تھے۔ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی تھے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ وفات پا چکے ہیں۔

قرآن شریف میں ایک اور جگہ آتا ہے۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ یعنی جو اللہ تو نہیں مگر اللہ سمجھے جاتے ہیں۔ وہ زندہ نہیں۔ بلکہ مُردہ ہیں۔ اور انہیں یہ علم بھی نہیں۔ کہ قبروں سے کب نکالے جائیں گے چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی عیسائی لوگ معبود سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اِس لئے حضرت عیسےٰؑ بھی زندہ نہیں۔ اور قبر میں ہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق ایک حدیث بھی پیش کرتی ہوں۔ سردار انبیاء آقائے دوجہان صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لو کان موسےٰ و عیسےٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی اگر موسےٰ و عیسےٰؑ زندہ ہوتے۔ تو میری اتباع کرتے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام وفات پا گئے ہیں۔ پس جب قرآن اور حدیث سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے۔ تو ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اس پر ایمان لائے۔

# وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام

از جناب سید تاج حسین صاحب بخاری بی اے - بی ٹی ہیڈ ماسٹر مسالاالہ

میں وفاتِ مسیح کا قائل ہوں۔ اور یہ میرا ایک فطری عقیدہ ہے۔ جس کے واسطے میں کوئی وجہ بجز اس کے کہ ہر ایک انسان اس دنیائے فانی میں اپنی طبعی عمر پا کر دارالجزا میں سدھار جاتا ہے نہیں دیکھتا۔ میں مسیح ابن مریم کو بھی اسی بشریت کا جامہ دیتا ہوں۔ جو ہم سب میں بھی موجود ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے مامور تھے۔ یعنی نبوت کے فیض سے مشرف تھے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ میرے خیالات ان عاقبت نااندیش کورانہ تقلید کرنے والوں کے لئے شاید مفید ثابت ہو سکیں۔ جو اپنے خیالاتِ باطلہ اور جذباتِ فاسدہ کو حرزِ جان سمجھ کر عیسائیت کی تقویت کا باعث ہو رہے ہیں۔ یعنی عیسائیت کے الوہیت کے عقیدہ میں ان کے ہم آہنگ ہیں۔ یہ ایک ایسی وجہ ہے جس نے تبلیغِ اسلام کے راستے میں بڑی روکاوٹیں ڈالی ہوئی ہیں۔

## اسلام کے نادان دوست

مقامِ افسوس ہے۔ کہ ملتِ کاملہ کے نام لیوا اپنے عقائد کی خامیوں کی وجہ سے عیسیٰ بن مریم کے دستِ نگر ہوں۔ اور ان کا ایمان ہو۔ کہ وہ دوبارہ آسمان سے اُتر کر اسلام کی خاطر جنگ و جدال کر کے تمام مذاہب باطلہ کو تہ تیغ کر کے اسلام کے پرچم کو لہرائیں۔ اور بزعم ان کے رہے سہے نقائص کی تکمیل کریں

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

اسلام کے یہ نام نہاد علمبردار جہاں اس موجودہ انحطاط کے باعث ہوئے ہیں۔ وہاں یہ اصنام پرستی کے شیداؤں اور ایک مشتِ خاک کو الوہیت کا مرتبہ دینے والوں کے دلائل و براہین میں ایسے ممد و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ کہ ختم نبوت و رسالت محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کاری ضرب لگا رہے ہیں اللہ تعالےٰ ان نام نہاد مسلمانوں کو راہ راست پر لائے۔ آمین

## حضرت مسیح کے متعلق غلط امیدیں

مقامِ حیرت ہے۔ کہ وہ انسان جو تمام عمر میں صرف تیرہ آدمی اپنے ہم خیال پیدا کر سکا۔ اور وہ بھی تقریباً اس سے منحرف ہو گئے۔ کس طرح اکتالیس کروڑ مسلمانوں کی رہبری کرنے کا حوصلہ کر سکے گا۔ کیا آج کل کی عیسائی دنیا جو تمام دنیا کی قسمت کا فیصلہ گھر بیٹھے بٹھائے کر رہی ہے۔ اُس کو دوبارہ حوالۂ صلیب نہ کر دے گی۔ وہ بےچارا مسلمانوں کی دستگیری کیونکر کریگا جبکہ دو ہزار سال سے اس دنیا سے بھاگ کر جو تھے آسمان پر پناہ گزین ہو گیا ہوا ہے۔ اُسے یقینی طور پر سخت صدمہ ہوگا۔ جب وہ اپنے نام لیواؤں کو الحاد اور دہریت میں مبتلا دیکھے گا۔ اور پھر کیوں نہ متنفر ہو کر دوبارہ آسمان پر جانے کی کوشش کرے گا۔

میں اپنے مولوی صاحبان کی خدمت میں حضرت عیسیٰؑ کی بشریت اور موت پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور اس کو اسلامی صداقت سے تعبیر کروں گا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ یہ صرف اسی صورت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آ سکتا ہے۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی ابدی زندگی سے انکار کر کے ان کو بھی اسی دنیا کے کسی کونہ میں مدفون کر دیا جائے ورنہ تکمیل دین میں نقص رہ جائے گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل نبی تھے جو کامل شریعت لے کر آئے۔ اب تکمیل کے لئے ایسے نبی کی ضرورت محسوس نہ ہو گی۔ جو اپنے پہلے مشن میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

اس بات سے قطعاً انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ جو اس دنیائے ناپائدار میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ موت کا شکار بنتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے انسان بھی جو اس جہان فانی میں آئے۔ کچھ عرصے کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کو چھوڑ کر عالم بقا کو سدھار گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا انسان بھی اپنی طبعی زندگی پورا کرنے کے بعد اپنے خالق حقیقی کی طرف رحلت فرما گیا۔ پھر اور کون زندہ رہ سکتا ہے کیا خدا تعالےٰ کی ذات قادر مطلق نہیں۔ کہ وہ ایک انسان کو محض اس لئے زندہ رکھے۔ کہ دنیا دوسرا انسان پیدا کرنے کی اہلیت اُس میں نعوذ باللہ نہ ہو۔ ایک معمولی انسان پرانی چیز کی بجائے نئی چیز تیار کر لیتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ ہزاروں ایسے عیسےٰ پیدا کر سکتا ہے۔

## ہر بشر کے لئے قواعد

ہر بشر اور عبد خاکی کے لئے فرقان حمید میں تین قوانین خدا تعالےٰ نے بتائے ہیں۔ جن سے کوئی ذی روح۔ ذوی العقل بری نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) استقرار۔ (۲) بشری حوائج۔ اور (۳) تغیرات زندگی آیات مندرجہ ذیل صاف طور پر اس دعوےٰ کی دلیل ہیں:-

## استقرار

جعل لکم الارض فراشًا۔ پ۱ ع۳ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین پ۱ ع۴ یا ایہا الناس کلو مما فی الارض حلالًا طیبًا پ۲ ع۵ جعلکم خلائف فی الارض پ۲۲ ع۱۰ فانبتنا بہ جنٰت و حب الحصید.... رزقا للعباد پ۲۶ ع۱۵ والارض وضعہا للانام پ۲۷ ع۱۱ الم نجعل الارض کفاتًا احیاءً و امواتًا پ۲۹ ع۲۱ جعل لکم الیل لباسًا و نوم کم سباتًا و جعل النہار نشورًا۔ پ۱۹ ع۳

پس اللہ تعالےٰ نے تمام انسانوں کے لئے یہ زمین قرارگاہ بنائی جس میں رہنا سہنا۔ کھانا پینا۔ سونا جاگنا۔ زندہ رہنا اور مرنا ہر ایک کے لئے لازمی قرار دیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان ہو کر کس طرح اس سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

## حوائج بشری

سورہ انبیاء میں نبیوں کے متعلق فرمایا۔ ما جعلنٰہم جسدًا لا یاکلون الطعام پ۱۷ ع۱ خاص حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا۔ کانا یاکلان الطعام پ۶ ع۱۰۔ یعنی عیسےٰؑ اور اس کی ماں کھانا کھایا کرتے تھے۔ ماضی کا صیغہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ از منہ گزشتہ میں ایسا وقوع پذیر ہوتا تھا۔ اب نہیں۔

## تغیرات زندگی

فرمایا: واللہ خلقکم ثم یتوفٰکم و منکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئًا پ۱۴ ع۱۵ ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفًا و شیبۃ پ۲۱ ع۹ گویا تینوں حالتوں کا ذکر کر دیا بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا۔ کیا حضرت عیسیٰ ان تینوں حالتوں سے مستثنےٰ ہو سکتے ہیں اور دو ہزار سال تک وہ بوڑھے ہو کر بھی جوان بنے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی سنت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم کے قوانین پر بڑا حرف آتا ہے اگر حضرت عیسیٰ کو زندہ مان لیا جائے۔

## حضرت عیسیٰ اور احکام شریعت

حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہو کر آئے۔ اور تورات و انجیل کی تعلیم لائے۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں عبد اللہ ہوں۔ زندگی تک مجھے انجیل ملی ہے زندگی تک نبی ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گا۔ نماز پڑھوں گا۔ اور زکوٰۃ دونگا۔ اور تاحین حیات والدہ کی خدمت کرونگا۔ کیا آسمان پر رہ کر ان سب باتوں کی پابندی کر سکتے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ وہ دوبارہ آسمان سے آئیں گے۔ تو پھر اسلامی طریق پر کاربند رہنا ہوگا۔ ان کا قبلہ بدل چکا ہوگا۔ ان کی شریعت منسوخ ہو گئی ہوگی۔ آسمان پر سجدہ کس طرف منہ کر کے کرتے ہونگے وغیرہ وغیرہ۔ اگر وہ ان باتوں کے مکلف نہیں۔ تو یقینی طور پر ان کی رُوح جسدِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ اور وہ بہشت میں ابدی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

صحیح بخاری پارہ ۱۳ صفحہ ۱۶۲ میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو دوسرے آسمان پر ایک جگہ اکٹھا دیکھا۔ بہشت میں جو شخص داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اُس میں

اُبسارہ پڑھا ہے۔ کہ نہ خود نکلنے کا نام لیتا ہے۔ اور نہ ہی اُس کو نکالا جاتا ہے۔ فرمایا: جنّٰت لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابداً۔ پ ۱۰ ع ۹ ۔ پھر فرمایا وما ھم منھا بمخرجین پ ۱۴ ع ۴ ۔

## نزول کا مطلب

بعض لوگ اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ عیسیٰؑ کا نزول آسمان سے ہوگا۔ حالانکہ نازل کے معنی آسمان سے آنا نہیں۔ جیسا کہ کلام مجید میں فرمایا: ان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم۔ پ ۱۴ ع ۲ ۔ قد انزلنا علیکم لباساً۔ پ ۸ ع ۲ ۔ انزلنا الحدید۔ نزل الفرقان وغیرہ وغیرہ گویا لوہا۔ لباس۔ جانور وغیرہ کا نازل کرنا پیدا کرنے سے مراد ہے۔ اگر نزول کے معنی آسمان سے اترنا ہی لئے جائیں۔ تو پھر دجال کے متعلق نزول الدجال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۰ ۶ جلد صفحہ ۳۲۵/۲۴۹

## حضرت عیسیٰؑ کا اپنی موت کے متعلق اعتراف

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ سے چار وعدے فرمائے ہیں:-

(۱) انی متوفیک (۲) رافعک الیّ (۳) مطھرک من الذین کفروا۔ (۴) وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ۔ رفع تطہیر اور فوق علی الکفار کے سب قائل۔ مگر توفی کے متعلق وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ حالانکہ خود حضرت عیسیٰ اپنی موت کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں کنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم پ ۷ ع ۶ ۔ میں جب تک اپنی قوم میں رہا۔ ان کے اُوپر شاہد تھا جب تُو نے وفات دی۔ تو تو ہی ان پر نگران تھا۔

## حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ثبوت ایک اور طریق سے

حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھ کر پوجا کی جاتی ہے ان سے پرسش ہوگی فرمایا۔ ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم۔ پ ۹ ع ۱۴ ۔ یوم نحشرھم .... قال شرکاؤھم ما کنتم ایانا تعبدون پ ۱۱ ع ۸ ۔ معبود کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر نہیں۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاءٍ وما یشعرون ایان یبعثون پ ۱۴ ع ۸ ۔ جن کو تم معبود بناتے ہو۔ وہ خالق نہیں کسی چیز کے۔ بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ وہ مرگئے ہیں۔ زندہ نہیں۔ اب وہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ کب اٹھائے جائینگے۔ یہاں ان انسانوں کا ذکر ہے۔ جو مرنے کے بعد معبود اور خالق بنائے گئے ان میں نمایاں حیثیت حضرت مسیح کی ہے۔ لہٰذا ان کی وفات میں کوئی شبہ نہ رہا۔ اور وہ نمایاں طور پر ثابت ہے۔

## وفاتِ مسیح پر امتِ محمدیہ کے تین اجماع

(۱) پہلا حضور سرور کائنات و فخر موجودات کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر ہوا۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر نے سب صحابہ کے سامنے حسب ذیل خطبہ پڑھا۔ من کان منکم یعبد محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فان محمدا قد مات ..... قال اللہ تعالیٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ (بخاری باب مرض النبی جلد ۳)

(۲) دوسرا اجماع بحرین میں ہوا۔ جبکہ جارود بن المعلی نے تعلیم اسلام سے قبیلہ بنی بکر اور عبد القیس کو منور کیا۔ حضرت کی وفات پر بنی بکر تو مرتد ہو گئے۔ اور عبد القیس تردد میں تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے۔ تو وفات نہ پا جاتے۔ جارود نے سب کو جمع کرکے کہا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کہاں گئے۔ سب نے کہا وفات پا گئے۔ جارود نے کہا۔ پھر آپ کی بھی وفات ہوگئی۔ قبیلہ عبد القیس اسلام پر پختگی سے قائم ہوگیا۔

(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی وفات کے وقت ہوا۔ حضرت امام حسن نے ممبر پر چڑھ کر فرمایا۔ ایھا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ...... ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیھا بروح عیسیٰ بن مریم لیلۃ سبع و عشرین من رمضان (طبقات کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶)

## وفاتِ مسیح پر پہلے بزرگوں کی شہادتیں

مسلمانوں میں چار مشہور مذاہب کے بانی حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر متفق الرائے ہیں۔ دیکھو مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۸۶ مسند امام اعظم صفحہ ۸۰۔ صحاح ستہ کے امام بھی اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ امام بخاری نے صاف طور پر فرمایا۔ کہ آنے والا مسیح امامکم منکم ہوگا۔ حضرت محی الدین عربی مجمع البیان صفحہ ۲۶۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح فوت ہوگئے۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش اپنی کتاب کشف المحجوب میں حضرت مسیح موسیٰ ہارون کی روح آسمان پر دیکھنے کی شہادت دیتے ہیں۔

(۴) کتاب ابن عساکر میں حسب ذیل حدیث ہے۔ اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذی کنز العمال ص ۲/۳۴ ۔

(۵) قد مات عیسیٰ۔ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۰۹

(۶) امام ابن قیم فرماتے ہیں۔ تمام انبیا کی روحیں بعد موت آسمان میں رہتی ہیں۔

(۷) امام جبائی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ نے مسیح کو وفات دی۔

(۸) امام شوکانی لکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ طبعی موت سے مر کر آسمان کو چلے گئے۔

(۹) نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں۔ سب انبیاء جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے تھے مرچکے ہیں۔ ترجمان القرآن ۲/۵۱۴

(۱۰) امام ابن حزم فرماتے ہیں۔ ابن مریم فوت ہوچکے ہیں۔ حاشیہ جلالین مع کمالین ۱۰۹

(۱۱) حافظ محمد لکھوکے والا لکھتا ہے ؎

جویں پیغمبر گزرے سارے زندہ رہیا نہ کوئی۔

وغیرہ وغیرہ ہزارہا شہادتیں ہیں۔ طوالت مانع ہے۔

## موجودہ مسلمانوں میں وفاتِ مسیح کے قائل

(۱) رسالہ معارف کا ایڈیٹر مارچ ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں اس مسئلہ کو افراط و تفریط سے تعبیر کرتا ہے۔

(۲) نواب اعظم یار جنگ محمد چراغ علی خاں مرحوم تہذیب الاخلاق ۳۰/۱۸۴ ۔ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔

(۳) خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کے ملفوظات فریدی حصہ چہارم صفحہ ۱۹۲ پر لکھا ہے "سخن در رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام افتاد یکے از حضار عرض کرد۔ کہ قبلہ حضرت عیسیٰ باین جسد عنصری مرفوع شدہ یا بعد موت عرفی روح پاک ایشاں مرفوع گردیدہ است ...... جواب میں فرمایا۔ مراد از رفع عیسیٰ رفع روح ایشاں است۔ بر آسمان"۔

(۴) مولانا ظفر علی خاں مالک زمیندار اخبار بھی قائل ہیں۔ دیکھو پنجاب ریویو اگست ۱۹۱۰ء صفحہ ۴۷ (۵) مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن

(۶) مولوی رشید احمد گنگوہی۔ دیکھو انوار الساطع صفحہ ۲۰۱

(۷) مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی دیکھو براہین القاطع صفحہ ۲۰۰

(۸) مولوی شجاع اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار ملت (۹) مولوی ابو الکلام آزاد (۱۰) مولوی عبد الباری لکھنوی (۱۱) مولوی آزاد سبحانی کانپوری (۱۲) مولانا شبلی نعمانی (۱۳) مولوی نیر الدین صاحب ڈسکوی (۱۴) علامہ سر محمد اقبال۔

## حقیقی اسلام کی خادم جماعت

الغرض وہ لوگ جو جرأت رکھتے ہیں۔ کھلم کھلا طور پر وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ بعض تنگ ظرف و تنگ نظر اپنی ضد اور ہٹ پر اندھا دھند قائم ہیں۔ فی الحقیقت یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر وقت ضائع کیا جائے۔ اب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی ضرورت ہے۔ باوجود اس بات کے کہ میں سلسلہ احمدیہ میں شامل نہیں ہوں۔ مگر ببانگ دہل کہہ سکتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں اس وقت حقیقی اسلام کی خدمت کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے۔ تو وہ احمدی جماعت ہے۔ اور یہی ایک جماعت ہے۔ جس نے حقیقی معنوں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آج مادہ پرست دنیا کے سامنے زندہ ثابت کرکے دکھلا دیا ہے۔ کہ زندہ نبی کا مذہب تا ابد الآباد زندہ رہے گا۔ اور جیسا کہ مسیح ابن مریم مرچکا ہے اس کا مذہب بھی صحیح معنوں میں مردہ ہوچکا ہے۔ عیسائی دنیا میں آج گرجوں کی بجائے سینما اور تھیٹر زیادہ بارونق ہیں۔ عیسائی الوہیت عیسیٰ سے کلی رنگ میں انکار کرچکے ہیں۔ مگر مسلمان ہیں۔ کہ حیاتِ عیسیٰ پر برابر ڈٹے ہوئے ہیں۔ خدا کی شان ہے جہالت کا پردہ ان کی عقل و حواس پر ایسا پڑا ہوا ہے۔ کہ سوچ بچار سے کام لینا تک گوارا نہیں کرتے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں تجدید اسلام کا ظہور دیکھیں۔ اور مسیح ناصری کو مردہ تصور کریں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

# کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر لیجائے گئے؟

از جناب مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل قادیان

## اسلامی تعلیمات عقل کے مطابق ہیں

گو آج دنیا میں مختلف مذاہب کے پیرو اس امر کے مدعی نظر آتے ہیں۔ کہ ان ہی کا مذہب عالمگیر اور نجات پانے کا ذریعہ ہے لیکن جب غور سے دیکھا جائے۔ تو صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب نظر آتا ہے۔ جس کی تمام تعلیمات اس روشنی اور ترقی کے زمانہ میں بھی عقل کے مطابق ہیں۔ چنانچہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن پاک نے خود اپنے متعلق ایسی خوبیوں کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس وبینت من الھدی ۔ کہ قرآن مجید ایک ایسی اعلےٰ اور ممتاز کتاب ہے۔ کہ اس میں ہدایت اور نجات پانے کے امور دلائل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اور کوئی امر اس میں صحیح دلائل کے خلاف نہیں ہے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا۔ انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون ٥ کہ ہم نے اس کتاب کو قرآن عربی نازل کیا ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ تم بغیر عقل و فکر سے کام لئے اندھا دھند اس کی تعلیم قبول کرو۔ بلکہ اس لئے کہ تم اچھی طرح سوچ سمجھ سکو۔ چنانچہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ ایسا نہیں۔ جس کی صداقت میں کچھ بھی شبہ ہو۔ کیونکہ ہر ضروری دعوےٰ قرآن مجید نے خود پیش کر کے اس کے نہایت احسن طریق پر دلائل بیان فرمائے ہیں۔ لیکن بہت سے مسلمان بلکہ علماء کہلانے والے اس پاکیزہ مذہب کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ جو عقل و فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کے بھی صریح مخالف ہیں۔

## حیات مسیح کا خلاف عقل عقیدہ

ان امور میں سے جو اسلام کی تعلیم کے بالکل برعکس نام نہاد علماء نے اختراع کئے ہیں۔ ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی کا مسئلہ ہے۔ وہ علماء جن کے زمانہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس وقت اسلام کا صرف نام اور قرآن مجید کے صرف حروف باقی رہ جائینگے۔ آج اس بات پر زور دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہزار سال سے بغیر کھانے پینے کے آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور دجال کو قتل کرنے اور اسلام کو پھیلانے کے لئے پھر کسی غیر معین وقت میں آسمان سے آئینگے ہزار بار کہا جائے۔ کہ عقل اسبات سے مانع ہے۔ کہ کوئی انسان بغیر کھائے پیئے اتنا لمبا عرصہ زندہ رہ سکے اور انبیاء کی الوہیت کے وہم کو دور کرنے کے لئے قرآن کریم کا فرمودہ اصل وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام۔ یعنے انبیاء کا ایسا جسم نہیں بنایا۔ کہ بغیر کھانے کے زندہ رہ سکیں۔ خواہ کتنی دفعہ پیش کیا جائے۔ لیکن علماء ہیں۔ کہ اپنی عقل سے کام لینے کے نزدیک نہیں آتے۔ اور نہ ہی اپنی ضد کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ پھر بشریت کے لوازمات بیان کر کے اگر عقل اور سائنس سے یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ کوئی کثیف جسم آسمان پر نہیں جا سکتا اور اسکی تائید میں قرآن کریم کی آیات :- فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون ۔ کہ اے انسانو تم زندگی اور موت دونوں حالتوں میں زمین میں ہی رہو گے۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ۔ کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آسمان پر جانیکا مطالبہ کرنے والوں سے کہدے۔ میں بشر ہوں۔ اور میرا رب اس امر سے پاک ہے۔ کہ انسان کے خاکی جسم کو آسمان پر لیجائے۔ اور اس قسم کی کئی آیات پیش کر دی جائیں تو بھی ان لوگوں پر کوئی اثر ہوتا نظر نہیں آتا۔

## حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لیجانے کا عجیب واقعہ

خدا تعالیٰ کی صفات سے بیخبر علماء حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر لیجانے کا بھی عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں جسے انسانی عقل اور خصوصاً ایک حقیقی مسلمان جو خدا تعالیٰ کے کلام پاک پر ایمان رکھتے ہوئے اسے ہر ایک عیب سے پاک ہونے پر یقین کرتا ہے ہرگز یہ تسلیم کرنیکے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جب یہود نے ایک کمرہ میں صلیب پر لٹکانے سے قبل بند کر دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے موقعہ پاکر اس مکان کی چھت پھاڑ دی۔ اور بغیر اس کے کہ یہود کو پتہ لگے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو چھت یا علی اختلاف الروایۃ روشندان کے راستے آسمان پر لے گیا اس کے ساتھ ہی یہود میں سے جب ایک آدمی اس کمرہ میں حضرت عیسےٰ م کو صلیب پر لٹکانے کے لئے لینے گیا۔ تو اسپر آپکی شکل و صورت ڈالدی گئی۔ اور یہود نے اسی کو حضرت عیسےٰ سمجھکر صلیب پر لٹکا دیا حالانکہ اس خود تراشیدہ کہانی کا نہ صرف قرآن واحادیث میں کہیں ذکر نہیں بلکہ عقلی طور پر بھی یہ ہرگز قرین قیاس نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس طریق سے حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لے گیا ہو کیونکہ اول تو یہ امر دریافت طلب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسےٰ کو آسمان پر زندہ ہی لیجانا چاہتا تھا تو چوری چوری آسمان پر لیجانیکی کیا ضرورت تھی۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ یہود کے دیکھتے دیکھتے آسمان پر لیجاتا۔ تاکہ ان کے لئے بھی ایک نشان ہوتا۔ اور وہ ایمان لاکر خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتے۔

دوم جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لے گیا تھا۔ تو دوسرے آدمی پر شبیہ ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ بھی نعوذ باللہ یہود کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ کے بدلے ایک اور آدمی قتل کر کے یہ سمجھ لیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ یا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو یہ خوف تھا کہ اگر ایک اور آدمی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی جگہ یہود کے حوالہ نہ کیا گیا۔ تو وہ آسمان تک بھی تعاقب کرینگے۔ اس لئے ان کو مشغول کرنے کے لئے ایک شخص ان کے سپرد کر دیا؟

سوم جب یہود نے اندر سے دو آدمی نکلنے کی بجائے ایک کو آتے دیکھا تو انہوں نے کیوں دریافت نہ کیا۔ کہ دوسرا آدمی جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو لینے گیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟ یا وہی باہر آنے والا ان سے ذکر کرتا۔ کہ یسوع تو مجھے اندر نہیں ملا۔ لیکن اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ ضروری تھا۔ کہ جب سارے یہود جو باہر کھڑے تھے۔ اندر سے ایک آدمی کو نکلتا دیکھتے۔ تو وہ فوراً فکر کرتے۔ کہ دوسرا آدمی کہاں گیا؟

چہارم یہ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ چھت پھاڑ کر حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لے گیا۔ تو کیوں یہود میں سے کسی نے یہ نہ دیکھا۔ کہ چھت پھٹی ہوئی ہے اور اگر دیکھا۔ تو کسی نے کیوں غور نہ کیا۔ کہ چھت کو کیا ہو گیا ہے وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو خبر دیتا۔ اور اسبات کا احتمال پیدا کرتا۔ کہ شاید حضرت عیسےٰ اس راستہ کہیں نکل گئے ہوں۔

پنجم یہ وہ شخص جس پر مسیح علیہ السلام کی شکل و صورت ڈالی گئی۔ وہ یہی کہہ دیتا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ اور اگر یہود تسلیم نہ کرتے تو فوراً کہدیتا۔ کہ میرا تو کوئی بھی رسالت و نبوت کا دعویٰ نہیں۔ اس صورت میں یہود ضرور اسے چھوڑ دیتے کیونکہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی شکل و صورت کے دشمن نہ تھے بلکہ دعویٰ رسالت کے۔ لیکن اس قسم کے کسی واقعہ کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔

ششم یہ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ یہود نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی جگہ ایک اور شخص کو پھانسی دیکر قتل کر دیا۔ تو پھر ان کا یہ کہنا۔ کہ انا قتلنا المسیح عیسےٰ ابن مریم رسول اللہ یعنی ہم نے عیسےٰ بیٹے مریم کو قتل کر دیا بالکل صحیح اور درست ہو گا۔ کیونکہ انہوں نے تو آپکی شکل و صورت کو دیکھ کر قتل کر دیا انہیں کیا خبر تھی۔ کہ یہ دراصل مسیح نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ یہود کے اس دعویٰ کی قرآن مجید میں تردید فرماتا ہے۔ پھر یہود اپنے اس خیال میں اور بھی حق بجانب ہونگے۔ جبکہ انہوں نے آج تک حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ آسمان سے اترتے دیکھا۔ اور نہ کسی اور جگہ پایا۔ پس یا تو علماء کہلانے والے یہ امر تسلیم کریں۔ کہ یہود اپنے دعوےٰ میں سچے ہیں۔ اور خدا نے نعوذ باللہ یونہی ان کی تردید کی ہے۔ یا پھر یہ تسلیم کریں۔ کہ یہود نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نہ ہی کسی اور کو صلیب پر لٹکا کر مارا۔

## احادیث سے حیات مسیح کا غلط استدلال

قرآن مجید نے چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کو ہر جگہ مفصل اور مدلل طور پر بیان فرمایا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کے متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے علماء احادیث کی طرف دوڑتے ہیں۔ کبھی کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم پیش کر دیتے ہیں۔ اور کبھی حدیث یدفن معی فی قبری کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی چیز کے نازل ہونے سے

ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ آسمان سے آئی۔ کیونکہ قرآن مجید نے تو یہاں تک فرمایا۔ وان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم۔ کہ ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں جن کو ہم مقررہ اندازہ سے اتارتے ہیں۔ تو کیا ہر چیز آسمان سے آتی ہے؟ پھر ابن مریم سے مراد اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ اور کسی دوسرے پر صفات کی وجہ سے یہ لفظ بولا نہیں جا سکتا۔ بلکہ حدیث کے ظاہر الفاظ کی پابندی ضروری ہے۔ تو پھر جو خطاب کی ضمیر یں انتم اور کم ہیں اس سے مراد بھی صرف صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں پس چاہیئے تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی میں نازل ہوتے۔ حالانکہ صحابہ کرام میں وہ نازل نہیں ہوئے بلکہ علماء سوء کے خیال میں تو آج تک آسمان پر ہی بیٹھے ہیں پس جب اسی حدیث میں حیات مسیح کا عقیدہ رکھنے والے مجبور ہیں۔ اس بات پر۔ کہ وہ صحابہ رضی اللہ سے مراد ان کے مثیل لیں تو کیا ہمارا حق نہیں ہے۔ کہ ہم بھی ابن مریم سے وہ انسان مراد لیں جو ہر رنگ میں عیسےٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہو خصوصاً اس حالت میں کہ اسرائیلی مسیح کی وفات کو قرآن مجید نے وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔

## مریم اور ابن مریم

دراصل مریم اور ابن مریم کا نام جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے علاوہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے ان افراد پر بھی استعمال ہوتا ہے جن میں مریمی اور عیسوی صفات ہوں چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو حضرت مریم سے مشابہت دیتے ہوئے فرماتا ہے و[مریم ابنت عمران] التی احصنت فرجھا کہ مومنوں [کی مثال] اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی اور عمران کی بیٹی مریم سے بیان کی ہے۔ یعنی بعض مومنوں کو مریمی صفات کی وجہ سے مریم کہا جائیگا اور بعض کو آسیہ۔ پھر بخاری کتاب تفسیر القرآن سورہ آل عمران کی تفسیر [میں ایک] حدیث یوں وارد ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال [ما من مولو]د یولد الا الشیطان یمسہ حین یولد فیستھل [صارخاً] من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنھا یعنی ہر پیدا ہونے والے بچہ کو شیطان بوقت پیدائش چھوتا ہے مگر مریم اور ابن مریم شیطانی مس سے پاک ہیں۔ کیا اب کوئی ظاہر پرست مولوی ایسا ہے۔ جو یہ کہدے۔ کہ سارے انبیاء اور پھر نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے چھونے سے پاک نہیں ہیں؟ پس جسطرح اس حدیث میں مریم اور ابن مریم سے مراد یقیناً وہ ہستیاں ہیں۔ جو ان کی صفات رکھتی ہیں ایسے ہی ابن مریم کے نزول کی حدیث میں بھی ابن مریم سے مراد یقیناً وہ مسیح ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کمال مشابہت کی وجہ سے [ابن مریم کہلا]یا گیا۔

## [حد]یث یدفن معی فی قبری

پھر حدیث یدفن معی فی قبری سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاکی جسم سے آسمان پر جانا اور پھر دوبارہ آنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول۔ تو اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری قبر میں دفن کیا جائیگا۔ اب کیا کسی مسلمان کی غیرت یہ برداشت کر سکتی ہے۔ کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اکھاڑ کر اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کیا جائے۔

دوم۔ اگر قبر سے مراد مقبرہ لیا جائے۔ جیسا کہ غیر احمدی مولویوں کو مجبور ہو کر اس طرف آنا پڑتا ہے۔ تو ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ کسی لغت کی کتاب سے قبر کے معنے مقبرہ دکھاؤ۔ تو جو چاہو۔ انعام لو۔ لیکن آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی آئندہ کر سکیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سوم۔ اگر قبر کے معنے مقبرہ بھی کئے جائیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں تو اور کسی قبر یا جگہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے جب عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب کی۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن لاوثرنہ الیوم علیٰ نفسی یں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اور کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ ورنہ ترجیح کا کیا مطلب؟ چنانچہ محدثین نے لکھا ہے۔ کہ وقول العائشہ یدل علی انہ لم یبق الا موضع قبر واحد کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی قبر کی جگہ تھی۔ کہ جو انہوں نے حضرت عمرؓ کو دے دی۔ اور دوسرا یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ کی قبر دوسرے ... [اگر] حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوں۔ تو حضرت عائشہ کا وہ رؤیا غلط ثابت ہوتا ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھا۔ کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو کر وہاں دفن ہوئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ تیرے تین چاندوں میں سے ایک چاند کہ جو تیرے حجرے میں گرا اور یہ سب سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک باب دفن المیت)

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وہاں دفن ہوئے اور یہ رؤیا پورا ہو گیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی وہاں دفن ہونا تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں تین کی بجائے چار چاند گرتے ہوئے دیکھتیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ وہاں ہرگز دفن ہونے والے نہ تھے۔

اب اس حدیث کا مطلب اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے وہ روحانی قبر مراد ہے۔ جس میں ہر انسان مرنے کے بعد داخل ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورہ عبس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ثم اماتہ فاقبرہ۔ کہ انسان مر کر قبر میں داخل ہوتا ہے اب ظاہری قبر میں تو ہر انسان داخل نہیں ہوتا اس لئے یہ روحانی قبر ہی ہے۔ جس میں ہر ایک سمندر میں غرق ہونے والا۔ اور آگ میں جلنے والا جاتا ہے۔ یا جس کو درندے کھا جاتے ہیں۔ وغیرہ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔ کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ پس اس سے بھی یہ ظاہری قبر مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر ایک دوزخی اور جنتی اس میں دفن نہیں ہوتا۔ پس اس روحانی قبر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ آنے والا مسیح مجھ سے کمال محبت اور عشق اور کمال اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے میری قبر میں دفن کیا جائیگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بھی ہے۔ ؎

سادخل من عشقی بروضۃ قبرہٖ

کہ میں اپنے عشق کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے باغیچہ میں داخل ہوں گا۔

## احادیث سے وفات مسیح کا ثبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے قطعی دلائل کو چھوڑ کر جب علماء نے احادیث کی طرف رخ کیا۔ تو وہاں سے بھی نہ صرف ناکام ہوئے بلکہ ان کے مدعا کے خلاف وہ احادیث مل گئیں جو حضرت عیسیٰ کی وفات کو قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں مثلاً یہ کہ (۱) ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ و جلالین صفحہ ۵) حضرت عیسیٰ ۱۲۰ سال زندہ رہے۔ (۲) اور یہ کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۲۴۵ والیواقیت جلد ۲) کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے (۳) اور خاص حضرت عیسیٰ کے متعلق لو کان عیسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی (شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو میرے فرمانبردار ہوتے (۴) بخاری جلد ۲ میں پہلے مسیح کا حلیہ سرخ رنگ گھنگر یالے بال اور آنیوالے کا گندم گوں رنگ اور سیدھے بال بتایا گیا ہے (۵) پھر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اکٹھے دیکھا جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ کی طرح حضرت عیسیٰ بھی فوت ہو گئے ہیں

## احادیث کی تردید

ان احادیث کو جب مثیل یہود علماء نے دیکھا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ یقین کر لیتے۔ کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ہر طریق سے انکی وفات ثابت ہوتی ہے بعض احادیث کو غلط کہکر اس امر کا ثبوت دیدیا کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تبھی تو احادیث کے رد کرنے میں خود تراشیدہ ڈھکوسلوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور اس امر کو بھی کمال صفائی سے ثابت کر دیا۔ کہ دراصل یہی لوگ مثیل یہود ہیں۔ کہ انہی کی طرح تحریف کرتے اور ابھی تک حضرت عیسیٰ کو آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں جس طرح یہود بھی یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق ہیں۔ اور آج تک ایلیا نبی کو آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں۔

دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہر لحاظ سے ثابت ہو چکی ہے اور منکرین وفات کے ہاتھ میں نہ کوئی قرآن وحدیث کی دلیل ہے۔ نہ کوئی تاریخی واقعہ۔ اور نہ کوئی عقلی دلیل اس لئے بجائے [اس کے] ...

... کی خاطر یونہی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ دے۔ کہ وہ صداقت حقانیت کو قبول کریں۔ اور ہماری ساتھ ملکر وہ بھی اس عقیدہ کا اعلان کریں ... مریم مر گیا حق کی قسم۔ داخل ...

ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ آسمان سے آئی۔ کیونکہ قرآن مجید نے تو یہاں تک فرمایا۔ وان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ کہ ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں جن کو ہم مقرر اندازہ سے اتارتے ہیں۔ تو کیا ہر چیز آسمان سے آتی ہے؟ پھر ابن مریم سے مراد اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام ہی ہیں۔ اور کسی دوسرے پر صفات کی وجہ سے یہ لفظ بولا نہیں جا سکتا۔ بلکہ حدیث کے ظاہر الفاظ کی پابندی ضروری ہے۔ تو پھر جو خطاب کی ضمیر ہی انتم اور کم ہیں اس سے مراد بھی صرف صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ پس چاہیئے تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام انہی میں نازل ہوتے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ میں وہ نازل نہیں ہوئے بلکہ علماء سوء کے خیال میں تو آج تک آسمان پر ہی بیٹھے ہیں پس جب اسی حدیث میں حیات مسیح کا عقیدہ رکھنے والے مجبور ہیں۔ اس بات پر۔ کہ وہ صحابہ رضی اللہ سے مراد ان کے مثیل لیں تو کیا ہمارا حق نہیں ہے۔ کہ ہم بھی ابن مریم سے وہ انسان مراد لیں جو ہر رنگ میں عیسٰے علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہو خصوصاً اس حالت میں کہ اسرائیلی مسیح کی وفات کو قرآن مجید نے وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔

## مریم اور ابن مریم

دراصل مریم اور ابن مریم کا نام جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے علاوہ حضرت مریم و حضرت عیسٰی کے ان افراد پر بھی استعمال ہوتا ہے جن میں مریمی اور عیسوی صفات ہوں چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو حضرت مریم سے مشابہت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ وضرب اللہ مثلاً ... امرأۃ فرعون ... التی احصنت فرجھا کہ مومنوں [illegible] اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی اور عمران کی بیٹی مریم سے بیان کی ہے۔ یعنی بعض مومنوں کو مریمی صفات کی وجہ سے مریم کہا جائیگا اور بعض کو آسیہ۔ پھر بخاری کتاب تفسیر القرآن سورہ آل عمران کی تفسیر [illegible] حدیث یوں وارد ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ... مولود الا الشیطان یمسہ حین یولد فیستھل ... من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنھا یعنی ہر پیدا ہونے والے بچہ کو شیطان بوقت پیدائش چھوتا ہے مگر مریم اور ابن مریم شیطانی مس سے پاک ہیں۔ کیا اب کوئی ظاہر پرست مولوی ایسا ہے۔ جو یہ کہدے۔ کہ سارے انبیاء اور پھر نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے چھونے سے پاک نہیں ہیں؟ پس جس طرح اس حدیث میں مریم اور ابن مریم سے مراد یقیناً وہ ہستیاں ہیں۔ جو ان کی صفات رکھتی ہیں اسیطرح ابن مریم کے نزول کی حدیث میں بھی ابن مریم سے مراد یقیناً وہ مسیح ہے۔ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کمال مشابہت کی وجہ سے [illegible] پا گیا۔

## حدیث یدفن معی فی قبری

پھر حدیث یدفن معی فی قبری سے بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا خاکی جسم سے آسمان پر جانا اور پھر دوبارہ آنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول۔ تو اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری قبر میں دفن کیا جائیگا۔ اب کیا کسی مسلمان کی غیرت یہ برداشت کر سکتی ہے۔ کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اکھاڑ کر اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو داخل کیا جائے۔

دوم۔ اگر قبر سے مراد مقبرہ لیا جائے۔ جیسا کہ غیر احمدی مولویوں کو مجبور ہو کر اس طرف آنا پڑتا ہے۔ تو ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ کسی لغت کی کتاب سے قبر کے معنے مقبرہ دکھاؤ۔ تو جو چاہو۔ انعام لو۔ لیکن آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا اور نہ ہی آئندہ کر سکیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوم۔ اگر قبر کے معنے مقبرہ بھی کئے جائیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں تو اور کسی قبر کی جگہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب کی۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن لاوثرنہ الیوم علی نفسی میں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اور کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ ورنہ ترجیح کا کیا مطلب؟ چنانچہ محدثین نے لکھا ہے۔ کہ وقول العائشہ یدل علی انہ لم یبق الا موضع قبر واحد کہ حضرت عائشہؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی قبر کی جگہ تھی۔ کہ جو انہوں نے حضرت عمرؓ کو دے دی۔ اور دوسرا بھی یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ کی قبر دوسرے [illegible] اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوں۔ تو حضرت عائشہ کا وہ رؤیا غلط ثابت ہوتا ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھا۔ کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو کر وہاں دفن ہوئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اے عائشہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک چاند کہ جو تیرے حجرے میں گرا اور یہ سب سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک باب دفن المیت)

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وہاں دفن ہوئے اور یہ رؤیا پورا ہو گیا۔ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی وہاں دفن ہونا تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں تین کی بجائے چار چاند گرتے ہوئے دیکھتیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی وہاں ہرگز دفن ہونے والے نہ تھے۔

اب اس حدیث کا مطلب اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے وہ روحانی قبر مراد ہے۔ جس میں ہر انسان مرنے کے بعد داخل ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورہ عبس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ثم اماتہ فاقبرہ۔ کہ انسان مر کر قبر میں داخل ہوتا ہے۔ اب ظاہری قبر میں تو ہر انسان داخل نہیں ہوتا اس لئے یہ روحانی قبر ہے۔ جیسے ہر ایک سمندر میں غرق ہونے والا۔ اور آگ میں جلنے والا جاتا ہے۔ یا جس کو درندے کھا جاتے ہیں۔ وغیرہ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔ کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ پس اس سے بھی یہ ظاہری قبر مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر ایک دوزخی اور جنتی اس میں دفن نہیں ہوتا۔ پس اس روحانی قبر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ آنے والا مسیح مجھ سے کمال محبت اور عشق اور کمال اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے میری قبر میں دفن کیا جائیگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بھی ہے۔ ؎

سادخل من عشقی بروضۃ قبرہٖ

کہ میں اپنے عشق کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے باغیچہ میں داخل ہوں گا۔

## احادیث سے وفات مسیح کا ثبوت

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے قطعی دلائل کو چھوڑ کر جب علماء نے احادیث کی طرف رخ کیا۔ تو وہاں سے بھی نہ صرف ناکام ہوئے بلکہ ان کے مدعا کے خلاف وہ احادیث مل گئیں جو حضرت عیسٰی کی وفات کو قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں مثلاً یہ کہ (۱) ان عیسٰی بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ و جلالین صفحہ ۵۰) حضرت عیسٰی ۱۲۰ سال زندہ رہے۔ (۲) اور یہ کہ لو کان موسٰی و عیسٰی حیین لما وسعھما الا اتباعی (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۲۴۶ و الیواقیت والجواہر) کہ اگر موسٰی اور عیسٰی زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے۔ (۳) اور خاص حضرت عیسٰی کے متعلق کہ لو کان عیسٰی حیاً ما وسعہ الا اتباعی (شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۱۲) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر عیسٰی زندہ ہوتے تو میرے فرمانبردار ہوتے۔ (۴) بخاری جلد ۲ میں پہلے مسیح کا حلیہ سرخ رنگ گھنگر یالے بال اور آنے والے کا گندم گوں رنگ اور سیدھے بال بتایا گیا ہے (۵) پھر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰی اور حضرت یحیٰی کو اکٹھے دیکھا جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت یحیٰی کی طرح حضرت عیسٰی بھی فوت ہو گئے ہیں

## احادیث کی تردید

ان احادیث کو جب مثیل یہود علماء نے دیکھا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ یقین کر لیتے۔ کہ حضرت عیسٰی فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ہر طریق سے انکی وفات ثابت ہوتی ہے بعض احادیث کو غلط کہکر اس امر کا ثبوت دیدیا کہ واقعی حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تبھی تو احادیث کے رد کرنے میں خود تراشیدہ ڈھکوسلوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور اس امر کو بھی کمال صفائی سے ثابت کر دیا۔ کہ دراصل یہی لوگ مثیل یہود ہیں۔ کہ انہی کی طرح تحریف کرتے اور ابھی تک حضرت عیسٰی کو آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں جس طرح یہود بھی یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق ہیں۔ اور آج تک ایلیا نبی کو آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں۔

دراصل حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ہر لحاظ سے ثابت ہو چکی ہے اور منکرین وفات کے ہاتھ میں نہ کوئی قرآن و حدیث کی دلیل ہے نہ کوئی تاریخی واقعہ۔ اور نہ کوئی عقلی دلیل اس لئے بجائے [illegible]

ہی خاطر وہ یہی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ دے۔ کہ وہ صداقت حقانیت کو قبول کریں۔ اور ہمارے ساتھ مل کر وہ بھی اس عقیدہ کا اعلان کریں ... مریم مرگیا حق کی قسم۔ داخل [illegible]

# وفاتِ مسیح احمدیت کا مرکزی مسئلہ ہے

## صداقت حضرت مسیح موعودؑ اور وفاتِ مسیحؑ

## زندہ نبی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

(از جناب مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل جالندھری)

نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء آتے رہے۔ اور ایک عرصہ تک اپنا کام سرانجام دینے کے بعد دُنیا سے رحلت کر گئے۔ قصر روحانیت کے یہ سب معمار اپنی اپنی اینٹ رکھتے گئے۔ لیکن محل کی تکمیل اور زینت و آرائش صرف سید ولد آدم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں ہی مقدر تھی۔ اور وُہی تھا۔ جس کو خداوند نے ابدی زندگی اور آبحیات تقسیم کرنے والا مقرر کیا تھا۔ اس لئے اس کے ظہور پُرنور [illegible] نبی آئے۔ وہ اپنی بلند شان اور عالی منقبت کے باوجود فوت ہو گئے۔ ان کا دائرہ عمل اور زمانہ بھی محدود تھا۔ جب وہ سیّد ادم [illegible]

[illegible]

تاثیرات ابدی ہیں۔ آپ کے آنے پر وُہی فیض۔ وُہی زندگی کا پانی اور وُہی روحانیت کا پھل جو پہلے انبیاء کے ذریعہ ملتا تھا۔ اب بھی ملتا ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے۔ اور آپ کی زبان پر اعلان فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ [illegible]

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اور آپ [illegible] اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ کسی غیر کو اس خصوصیت میں آ[illegible] نہ قرار دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دائمی [illegible] کے لئے رب السمٰوٰت والارض نے خود بیـ[illegible] کر [illegible] اس عظیم الشان نبی کی پیروی اور اتباع کر[illegible] [illegible]ت کی بارشیں نازل فرمائیں۔ اور ان کو اپنے قرب خاص [illegible] مخصوص فرمایا بالمقابل باقی تمام انبیاء کے سلسلے اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گئے۔ صرف ایک ہی نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہے۔ اور اسی کی [illegible] کی رُو سے ثابت کی جاسکتی ہے۔

### مسلمان اور حیات مسیح کا خیال

اس حقیقت ثابتہ کو پھر یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ کبھی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ نبی ماننے کی بجائے حضرت مسیحؑ کو فلک رابع پر بٹھا کر ان کی طرف ٹکٹکی لگائیں گے مگر افسوس کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان منافق عیسائیوں کی روایات کا شکار ہو گئے۔ جن کے متعلق [illegible] لکھا ہے: "حرّفہا بعض النصاریٰ [illegible] (الاحادیث) عن اصلہا [illegible] الاسلامیۃ" دیکھو [illegible] اسم یسوع) اور انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ نبی الوالعزم ہمارے [illegible] وفات پا گئے۔ اور مدینہ طیبہ میں مدفون ہو گئے لیکن مسیح ہنوز [illegible] زندہ ہیں۔ اور وُہی کسی نامعلوم وقت میں نزول فرما کر دُنیا [illegible] بنیں گے۔

[illegible] مسلمانوں کی اس غلطی۔ خطرناک غلطی کو دیکھا۔ آخر [illegible] جوش میں آئی۔ اور اُس نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]ت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا [illegible] سے دُنیا پر ثابت کیا جائے۔ کہ زندہ نبی حضرت نبی اکرم [illegible]علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اور مسیح وفات پا گیا ہے۔ ہاں آنحضرت [illegible]اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام میں وُہ بھی ہے۔ جو مسیح سے اپنی تمام شان [illegible] بڑھ کر ہے۔

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غرضِ بعثت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فرض منصبی کو کما حقہٗ ادا فرمایا۔ ایک طرف آپ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ نبی ثابت فرمایا۔ اور دوسری طرف وفاتِ مسیح پر کامل زور دیا۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر میرے مقابل پر تمام دُنیا کی قومیں جمع ہو جائیں۔ اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو۔ کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے۔ اور کس کی دُعائیں قبول کرتا ہے۔ اور کس کی مدد کرتا ہے۔ اور کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھلاتا ہے۔ تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں ہی غالب ہونگا کیا کوئی ہے؟ کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں۔ کہ تا دُشمن معلوم کرے۔ کہ دین اسلام سچا ہے۔ میں اپنی کوئی عزت نہیں چاہتا بلکہ اس کی عزت چاہتا ہوں جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۶)

پھر فرمایا:۔

"ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے۔ کہ خدا اس سے اور اس کے دین سے اور اس کے محب سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ درحقیقت وُہ زندہ ہے۔ اور آسمان پر سب سے اس کا مقام برتر ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۱۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق اعلان فرمایا:۔ ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم ... داخلِ جنت ہوا وُہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر ... اُس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

پھر ایک مقام پر ان ہر دو امور کا یکجا طور پر یوں ذکر فرمایا ہے ؎

قد مات عیسیٰ مطرقا ونبیّنا۔ حیٌّ وربّی انّہٗ وافانی

کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ میں حضورؐ کی زندگی کا گواہ ہوں۔

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آسمان کے نیچے نہ اُس کے ہم مرتبہ کوئی رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا۔ کہ وُہ ہمیشہ زندہ رہے۔ اور اُس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے۔ کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر کار اُس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دُنیا میں بھیجا۔ جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دُنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا" (کشتی نوح)

ناظرین کرام! آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد کیا تھا۔؟ مختصر یہ ہے کہ آپ کی آمد درحقیقت عیسائیت کے لئے موت کا پیغام اور اسلام کے لئے زندگی کا مژدہ جانفزا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ احمدیہ لٹریچر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر بہت زور دیا جاتا ہے۔

### وفاتِ مسیح احمدیت کا مرکزی مسئلہ ہے

بعض دفعہ غیر احمدی صاحبان اس امر پر بہت تعجب کیا کرتے ہیں کہ احمدی وفاتِ مسیح پر پہلے گفتگو کرنا کیوں [illegible] اس کی ایک وجہ تو اوپر ذکر ہو چکی ہے۔ دوسری [illegible] مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی بنیا[د] پر ہے۔ اور احمدیہ مسائل میں ایک مرکزی مسئلہ [illegible] نے خود تحریر فرمایا ہے:۔